عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۱ | ۸ تا ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق یکم تا ۷ مارچ ۲۰۱۲ء | شمارہ: ۹

اللہ پر توکل

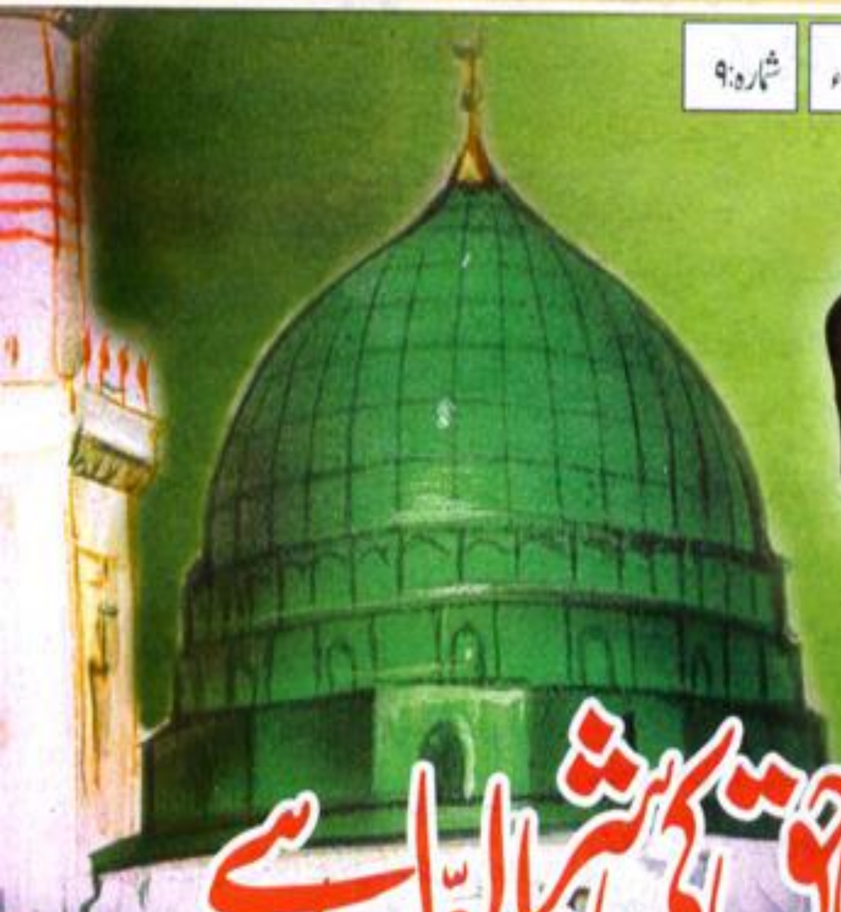

محمد ﷺ کی غلامی دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے

قادیانیوں میں قبولِ اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.com.pk
Email: editorkn@yahoo.com

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

"میں نے لکھ کر دے دیا ہے" سے طلاق کا حکم

محمد قاسم، کراچی

س:......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: لڑکی والے میرے گھر آئے اور طلاق کا مطالبہ کرنے لگے، دو آدمی بطور گواہ میری طرف سے بیٹھے اور پھر میں نے یہ تحریر لکھ کر دی: "لڑکی والے طلاق لے رہے ہیں، ان کی خواہش پر میں حق مہر پچیس ہزار روپے بھی ادا کر رہا ہوں" کیا ان الفاظ سے طلاق ہوگئی؟ جبکہ ابھی تک میں نے مہر ادا نہیں کیا۔ ان الفاظ کو لکھتے ہوئے میری نیت یہ تھی کہ میں طلاق دے دیتا ہوں اور معاملات ختم کر رہا ہوں، اس کے بعد سے میں نے لڑکی سے کوئی رابطہ نہیں کیا، خود اس لڑکی کا دو مرتبہ فون آیا اور کہنے لگی کہ میں نے رہنا ہے اور دوسری مرتبہ کہنے لگی: اگر طلاق دینی ہے تو دے دو گناہ تمہارے سر ہوگا، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے، اپنے بڑوں کو درمیان میں لاؤ تو فیصلہ کر لیتے ہیں، لیکن ابھی تک وہ لوگ نہیں آئے، دو مہینے بعد میرے سالے سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس کو کہا کہ میں نے لکھ کر دے دیا ہے میری طرف سے ختم ہے معاملہ، میں نے اس کو نہیں رکھنا اور خود میں نے بھی اپنے بڑوں سے بارہا کہا ہے کہ معاملہ ختم کر دو میں نے اس کو نہیں رکھنا، کیا اس صورت میں طلاق ہوگئی؟

ج:......سائل کا یہ لکھنا کہ: "لڑکے والے طلاق لے رہے ہیں ... ان کی خواہش پر میں حق مہر پچیس ہزار روپے ادا کر رہا ہوں" ان الفاظ میں لڑکی والوں کی خواہش کا ذکر ہے، سائل کی طرف سے طلاق دینے کی خبر نہیں۔ اس لئے نیت طلاق کے باوجود ان الفاظ سے طلاق نہیں ہوگی، اس کے بعد لڑکی کے بھائی کو سائل نے طلاق کی نیت سے جو یہ کہا کہ: "میں نے لکھ کر دے دیا ہے میری طرف سے معاملہ ختم ہے، میں نے اس کو نہیں رکھنا۔" ان الفاظ سے ایک طلاق بائنہ واقع ہوگئی اور رجوع کے لئے دوبارہ نکاح کرنا ضروری ہوگا۔ اسی طرح عدت کے بعد اگر لڑکی کسی دوسری جگہ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتی ہے۔ واللہ اعلم۔

دوسری شادی کے لئے بیوی کی اجازت

عمران شیخ عظیمی

س:......رضوان شادی شدہ ہے اور ان کے سات بچے ہیں، جن میں چھ لڑکیاں اور ایک لڑکا ہے، تین لڑکیاں بالغ ہیں، تین لڑکیاں نابالغ اور ایک بیٹا بھی نابالغ ہے۔ رضوان صاحب دوسری شادی کرنا چاہتے ہیں، کیا انہیں اپنی بیوی سے جو کہ ان کے نکاح میں ہیں زبانی یا تحریری اجازت کی ضرورت ہے؟

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

ج:......شرعاً دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ اخلاقاً لینی چاہئے۔ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ نے اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ:

"دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی کی رضامندی شرعاً شرط نہیں، لیکن دونوں بیویوں کے درمیان عدل و مساوات رکھنا ضروری ہے، چونکہ عورتوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے اور گھریلو جھگڑا فساد سے آدمی کی زندگی اجیرن ہوجاتی ہے۔ اس لئے عافیت اسی میں ہے کہ حتی الوسع نہ کی جائے اور اگر کی جائے تو دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھا اور دونوں کے حقوق برابر ادا کرتا رہے، ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے۔"

حدیث شریف میں ہے کہ: "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری نہ کرے تو وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ ساقط ہوگا اور مفلوج ہوگا۔" (مشکوٰۃ ص:۲۷۹)

ہفت روزہ ختم نبوت

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد

علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۱ ۸ تا ۱۵ ربیع الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق یکم تا ۷ / مارچ ۲۰۱۲ء شمارہ:۹

سرپرست

حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

قادیانیوں میں قبول اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان!	۵	مولانا اللہ وسایا مدظلہ
محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے	۷	مولانا خلیل الرحمٰن راشدی
توبہ کی حقیقت و فضیلت (۲)	۱۱	حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی
نبوت دل پر اترتی ہے یا دماغ پر؟ (۲)	۱۳	علامہ ڈاکٹر خالد محمود
"اسلام زندہ باد" کانفرنس کراچی.....	۱۶	محمد اعجاز مصطفیٰ
اللہ تعالیٰ پر توکل..... مومن کا ہتھیار	۲۰	ڈاکٹر خواجہ فضل احمد
شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن کی زندگی (۲)	۲۲	سینیٹر مولانا خالد محمود سومرو

زر تعاون بیرون ملک

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

زر تعاون اندرون ملک

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۳۵۰ روپے

چیک - ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت اکاؤنٹ نمبر 8-363 اور اکاؤنٹ نمبر 2-927 الائیڈ بینک بنوری ٹاؤن برانچ (کوڈ:0159) کراچی پاکستان ارسال کریں۔

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

درسِ حدیث

آخری قسط

دنیا سے بے رغبتی

اُمیدوں کا کوتاہ ہونا

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حسی مثال سے یہ حقیقت ذہن نشین کرائی ہے کہ آدمی اپنی خواہشات کی تکمیل اور اپنی آرزوؤں کو پورا کرنے کے لئے جو منصوبے بناتا ہے، یہ شیخ چلی کی طرح محض اس کی خام خیالی ہے، ورنہ اس دُنیا میں کبھی کسی کی تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوئیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ آدمی اپنی اُمیدوں اور آرزوؤں کے لئے جب دوڑ دُھوپ کرتا ہے، وہ اس خام خیالی میں ہوتا ہے کہ اس کی اُمید بر آئے گی اور وہ اپنی خواہشات و مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔ لیکن اَجل کا خفیہ ہاتھ رُونما ہوتا ہے اور اس کی تمام آرزوؤں، اُمیدوں اور خواہشوں کا خون کردیتا ہے، اسے چاروناچار پیامِ اَجل کو لبیک کہنا پڑتا ہے، اور دُنیا کی ساری تگ ودو کے بارے میں وہ یہ کہتا ہوا دُنیا سے رُخصت ہوتا ہے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا!

اس وقت اس پر دُنیا کی صحیح حقیقت منکشف ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ دُنیا کے بے حقیقت سراب کے لئے اس کی محنت وکاوش محض حماقت تھی:

"وکم حسرات فی بطون المقابر!"

حضرات انبیائے کرام علیہم السلام خصوصاً ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں کو دُنیا کے اسی دھوکے وفریب سے آگاہ کرتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ دُنیا میں رہتے ہوئے ہی دُنیا کے دھوکے وغرور، اس کی بے ثباتی و ناپائیداری اور اس کی غداری و بے وفائی کی حقیقت انسانوں پر کھل جائے جو موت کے وقت سب پر کھل جاتی ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ دیکھو! یہ آدمی کھڑا ہے، اور یہ اس کے قریب ہی اس کی اَجل کھڑی ہے، اور دُور بہت دُور اس کی اُمیدیں اور آرزوئیں کھڑی نظر آرہی ہیں، آدمی جوں جوں ان خوشنما آرزوؤں کی طرف لپکتا اور دوڑتا ہے اسی نسبت سے اس کی اَجل اس کی طرف قدم بڑھا رہی ہے۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ آدمی کبھی اپنی اُمیدوں تک نہیں پہنچ پائے گا، بلکہ راستے ہی میں اَجل اس کو دبوچ لے گی، یہ اپنی خام آرزوؤں کو نگاہ حسرت سے دیکھتا اور پنجۂ اَجل میں پھڑ پھڑاتا ہوا دُنیا سے رُخصت ہوگا۔ انسانوں کی نظر پر غفلت کی پٹی بندھی ہے، اس لئے انہیں قریب کھڑی اپنی اَجل نظر نہیں آتی، مگر ساتھ ہی دل کی آنکھوں پر خواہشات کی دُوربین چڑھی ہوئی ہے، اس لئے انہیں اپنی آرزوئیں بہت قریب نظر آتی ہیں، حق تعالیٰ اس غفلت کی پٹی اور خواہشات کی دُوربین کو اُتارنے کی توفیق عطا فرمائے تو نظر آئے گا کہ اَجل سر پر کھڑی مسکرا رہی ہے اور آرزوؤں کا سراب دُور اور بہت دُور ہے، جہاں تک پہنچنا اس کے لئے ناممکن ہے، قطعی ناممکن!

"حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس سے

مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید

گزرے، ہم اپنا چھپر ٹھیک کر رہے تھے (اس کی لپائی وغیرہ کر رہے تھے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا (ہورہا) ہے؟ عرض کیا کہ: یہ بوسیدہ ہوگیا تھا، ہم اس کی مرمت کر رہے ہیں۔ فرمایا کہ: میرا خیال ہے کہ موت کا معاملہ اس سے زیادہ جلدی کا ہے۔"

(ترمذی، ج:۲، ص:۵۷)

مطلب یہ کہ اس بوسیدہ چھپر کے گرنے میں تو کچھ وقت لگے گا، لیکن موت کے آنے کا وقت کسی کو معلوم نہیں، وہ اس کے گرنے سے بھی پہلے آسکتی ہے، اس لئے چھپر کی تیاری سے زیادہ موت کی تیاری کی فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

رہائش کی ضرورت کے لئے انسان مکان یا جھونپڑا بناتا ہے، اور شریعت نے بقدرِ ضرورت اس کی اجازت بھی دی ہے، لیکن تعمیرات میں غلو اور آرائش وزیبائش کو پسند نہیں فرمایا۔ بہت سے اہل اللہ نے عمر جھونپڑے میں گزاردی، جب ان سے عرض کیا جاتا کہ: کوئی ڈھب کا مکان بنالیجئے! تو فرماتے کہ: کیا خبر ہے کہ شام تک یہاں رہیں گے بھی یا نہیں؟ خود ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے جھونپڑے اتنے معمولی اور بے حیثیت تھے کہ آج کوئی غریب سے غریب بھی ان میں رہائش کا تصور نہیں کرسکتا۔ یہ خام خیالی کہ یوں روپیہ کمائیں گے، اور یوں مکانات بنائیں گے، اور ان میں فلاں فلاں آسائشوں کو جمع کریں گے، موت سے غفلت کی بنا پر ہے۔

اداریہ

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

قادیانیوں میں

قبولِ اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

کسی بھی فتنہ کے چار دور ہوتے ہیں، اس کی ابتداء، اس کا عروج، اس کا زوال اور اس کی انتہا۔ قادیانیت کی ابتداء یہ ہے کہ اسے انگریز نے اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے تخلیق کیا۔ جنرل ایوب خان کے دور کو قادیانیت کے عروج کا زمانہ کہا جاسکتا ہے جب اس دور میں قادیانی اقتدار کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ قادیانیت کا زوال اس دن شروع ہوا جب ان کو پاکستان میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ اب تو یہ پوزیشن ہے کہ قادیانی دھرم کے چیف گرو پر ایسا آن جانا خوف طاری ہے کہ وہ پاکستان میں قدم نہیں رکھ سکتا۔ آخری مرحلہ قادیانیت کے اختتام کا ہے، جس کی طرف قادیانیت بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ ان سطور کے ذریعہ چند مثالیں عرض کرتا ہوں:

الف:... جہلم سے پنڈی جاتے ہوئے جی ٹی روڈ پر ایک قصبہ گجر خان آتا ہے۔ اس سے شمال کی جانب ایک گاؤں چنگا بنگیال نام کا ہے، یہاں کا ایک شخص فضل احمد مرزا قادیانی کے ہاتھ پر قادیانی ہوا، مرزا محمود کے زمانہ میں یہ فضل احمد اخبار الفضل قادیان کا ایڈیٹر بھی رہا، چنگا بنگیال کی آبادی میں چند ڈھوک ہیں۔ ان میں پچیس گھرانے قادیانیوں کے تھے۔ ۸/ جنوری ۲۰۰۴ء کو اس فقیر کا ایک قادیانی مربی سعید سے یہاں مناظرہ ہوا، اللہ تعالیٰ نے فضل کا معاملہ فرمایا، بہت سے گھرانے مسلمان ہوئے، اس مناظرہ کے لئے فقیر کو پروفیسر محمد آصف لے گئے تھے، ان کا خاندان بھی قادیانی تھا، کئی گھرانے مسلمان ہوئے، اب ایک شخص محمود صاحب جو پہلے قادیانی تھے، بیمار ہوئے، اپنے چار صاحبزادوں کو بلایا اور کہا کہ بیٹا! تم بھی قادیانی ہو، میں بھی بظاہر قادیانی تھا، اب میری موت کا وقت قریب ہے، میں اعلان کرتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں، کوئی قادیانی میرے جنازے میں آپ لوگوں سمیت شریک نہ ہو، مرنے کے بعد مجھے مسلمانوں کے سپرد کردینا، وہ مجھے غسل دیں، جنازہ پڑھیں اور مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کریں، میں عرصہ سے قادیانیت سے تائب ہوچکا ہوں، یہ معاملہ میرے اور میرے رب کے درمیان راز تھا، آج اعلان ضروری سمجھا، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا محمود صاحب کے تمام بیٹوں نے اسی وقت باپ کے سامنے اسلام قبول کرلیا۔ محمود صاحب فوت ہوگئے، پروفیسر آصف صاحب کے حکم پر فقیر نے تعزیت کے لئے سفر کیا۔ بحمدہ تعالیٰ درجنوں سابقہ قادیانی حال نومسلم لوگوں نے استقبال کیا، یہ سب عقیدۂ ختم نبوت کی بہاریں ہیں، اگر یہاں پچیس گھرانے قادیانی تھے اب صرف سات گھرانے قادیانی رہ گئے ہوں گے، باقی سب مسلمان ہوگئے۔

ب:... چھوکر خورد ضلع گجرات میں ایک شخص قادیانی ہوا تھا، اس کے بیٹے کا نام فضل الٰہی تھا، اس کا بیٹا غلام عباس اور وہ اس کی تمام اولاد مسلمان ہوگئی۔ اولاً جو شخص قادیانی ہوا اس کے پوتے اب دینی مدارس چھوکر خورد اور جامعہ حسینیہ نکودر ضلع جہلم میں دینی تعلیم حاصل کررہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو عالم باعمل بنائیں۔

ج:.... اسی چھوکر خورد میں ایک اور شخص فیض رسول نمبردار قادیانی ہوا۔ اس کا بیٹا غلام رسول نمبردار قادیانی تھا (فقیر کا اس سے ۴؍فروری ۱۹۹۸ء کو مناظرہ ہوا) یہ چار بھائی دو بہنیں ان کے داماد سب قادیانی تھے۔ آہستہ آہستہ تمام قادیانی چھوکر خورد چھوڑ گئے۔ ان کی زمین و مکانات موجود، لیکن قادیانی قادیانیت سمیت اس گاؤں سے غائب، گویا پورا گاؤں صاف ہوگیا، کچھ مسلمان ہوگئے، کچھ گاؤں چھوڑ گئے، رہے نام اللہ کا۔

د:... جہلم کے قریب محمود آباد ہے، خالصتاً قادیانی آبادی، عرصہ ہوا یہاں کے پروفیسر منور احمد کے بھائی جو قادیانی جماعت کے مربی تھے، مسلمان ہوئے۔ انہوں نے جامعہ حنفیہ جہلم کو مسجد کے لئے جگہ دی، جامعہ کے مہتمم مولانا قاری خبیب احمد صاحب مرحوم نے وہاں مسجد و مدرسہ قائم کیا۔ یہ مرکز جہاں دینی تعلیم کی ترویج کا باعث ہے، وہاں قادیانیوں کے لئے اللہ کی نشانی ہے۔ محرم میں وہاں محمود آباد میں مزید گیارہ افراد نے جامعہ حنفیہ کے مفتی مولانا محمد شریف کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جامعہ حنفیہ جہلم کے مہتمم حضرت مولانا قاری محمد ابوبکر صدیق نے ان نومسلم بھائیوں کے اعزاز میں استقبالیہ دیا۔ اس موقع پر فقیر راقم نے بھی ان کی زیارت کی۔

ہ:... ہفت روزہ ختم نبوت کراچی جلد ۳۱، شمارہ: ۴، ص: ۱۲، مورخہ ۳۱؍دسمبر ۲۰۱۲ء میں انڈونیشیا کے ایک سو چونسٹھ قادیانیوں کے اسلام قبول کرنے کی تفصیلات ہیں۔

و:... شیرگڑھ کوٹ قیصرانی تحصیل تونسہ میں قیصرانی قبیلے کا چیف سردار امیر محمد قادیانی تھا۔ خانقاہ سلیمانیہ تونسہ شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ نظام الدین کے ہاتھ پر مسلمان ہوا، کچھ عرصہ بعد پھر مرتد ہوگیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اسے اللہ تعالیٰ کی دھرتی جگہ نہ دے گی، یہی ہوا جب مرا تو قادیانیوں نے اسے گاؤں کی مسجد میں دفن کیا، تحریک چلی، اس کی لاش کو وہاں سے نکال دیا گیا، اس کے خاندان سے سردار ظہور احمد خان قیصرانی مسلمان ہوا، اس کا جانشین سردار میر بادشاہ خان قیصرانی موجودہ ایم پی اے ان کی تمام اولاد بحمدہ تعالیٰ مسلمان ہے۔

ز:... امیر محمد خان قادیانی کا بیٹا سیف الرحمن ریلوے آفیسر قادیانی تھا، اس کی قبر چناب نگر میں واقع ہے، اس کا بیٹا اور امیر محمد خان کا پوتا سردار امام بخش خان قیصرانی چیف آف شیرگڑھ جو بیرسٹر اور بارایٹ لاء ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی کہ ۲۹؍جنوری ۲۰۱۲ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی کے ہاں جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا میں حاضر ہوئے۔ قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کیا (جن کی تفصیلات ہفت روزہ ختم نبوت کی گزشتہ اشاعت میں آپ پڑھ چکے ہیں)۔

ان کے اسلام قبول کرنے کا تونسہ شریف کی پوری تحصیل میں خیر مقدم کیا جارہا ہے اور توقع کی جارہی ہے کہ قیصرانی برادری کے دیگر افراد بھی قادیانیت کو ترک کریں گے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

ان واقعات سے میں یہ نہیں کہنا چاہتا کہ قادیانیت ختم ہوگئی، تاہم اتنا تو کہے بغیر چارہ نہیں کہ قادیانیت اپنے خاتمے کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس حوالے سے کوئی دن ایسا نہیں گزرتا کہ کہیں نہ کہیں سے خوش کن خبر نہ ملتی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس محاذ کے تمام رفقاء کی محنتوں کو شرف قبولیت سے نوازیں۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

مولانا حافظ خلیل الرحمٰن راشدی

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"وہ شخص ایمان کی مٹھاس خود چکھ لے گا جس میں یہ تین باتیں موجود ہوں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے ہر دوسری چیز کے مقابلے میں زیادہ محبت کرتا ہو، اور وہ کسی شخص سے اللہ تعالیٰ کے لئے محبت کرتا ہو، اور (تیسری بات یہ کہ) وہ کفر میں لوٹ جانے کو اس کے بعد کہ اللہ نے اسے کفر سے بچایا، ویسے ہی ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔" (متفق علیہ)

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہر مسلمان کے ایمان کی بنیاد اور اس کے اسلام کی روح اور اساس ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو نہایت تفصیل اور وضاحت سے ارشاد فرمایا ہے:

"آپ کہہ دیجیے! تمہارے آباؤ اجداد اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے خاندان اور وہ اموال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے رہتے ہو اور وہ رہائش گاہیں جو تمہیں بھلی لگتی ہیں (یہ سب کچھ) اگر تمہیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کے راستے میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ (اللہ) اپنا عذاب لے آئے۔"

ایک مسلمان جتنا بھی گنہگار اور بدکار کیوں نہ ہو! محبت رسول ﷺ کے سوال پر اس کا جواب سوائے اثبات کے اور کچھ نہیں ہو سکتا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو کچھ بھی نہیں:

بجھی آگ عشق کی، اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے

اس لئے خدانخواستہ اگر اس عظیم متاع اور قیمتی دولت کو کوئی اندیشہ لاحق ہو اور اپنے اندر محبت رسول ﷺ کے جذبات ٹھنڈے پڑتے ہوئے محسوس ہوں تو اپنے دل و دماغ کے اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔

واقعہ نمبر۱: حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی ایک مرتبہ دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ مجھے دنیا کی ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں، سوائے اپنی جان کے، آپ ﷺ نے فرمایا جواباً ارشاد فرمایا:

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا، جب تک کہ میں اس کے نزدیک اُس کی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔"

اب جب حضرت عمرؓ نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ واقعی مجھے تو آنحضرت ﷺ کی ذات گرامی اپنے آپ سے بھی زیادہ محبوب ہے تو عرض کیا:

"اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی، آپ ﷺ کی ذات گرامی مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب ہے، اس پر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "الآن یا عمرؓ" (اے عمر! اب بات بنی)۔

واقعی بات بھی یہی ہے کہ حضرات صحابہ کرامؓ نے جس طرح محبت رسول ﷺ کا حق ادا فرمایا اور اس میں جاں فروشی کا ثبوت دیا، اس کی مثال لانے سے دنیا عاجز اور درماندہ ہے ہی، مگر دشمن بھی اس کی گواہی دینے پر مجبور ہو گئے۔

واقعہ نمبر۲: حضرت زید بن دثنہؓ ایک صحابی تھے، کفار مکہ کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے، قتل کر دینے کا فیصلہ ہوا، عام اعلان کر دیا گیا، تمام لوگ مرد و خواتین تماشائیوں کا ایک ہجوم جمع ہو گیا، مقتل سج گیا تو غلام مصطفیٰ ﷺ کو تختہ دار پر لٹکانے کے لئے بلایا گیا، حضرت زیدؓ کو موت آنکھوں کے سامنے دکھائی دے رہی ہے، چاروں طرف کفار کا ہجوم بے کراں ہے، ایسے وقت میں ابوسفیان (جو بعد میں اسلام لے آئے اور "رضی اللہ عنہ" کے اعزاز سے مشرف ہوئے) آگے بڑھا اور حضرت زیدؓ کو مخاطب کر کے کہنے لگا:

"اے زید! تجھے اللہ کی قسم دیتا ہوں، تو سچ سچ بتا کہ کیا تو اس بات کو پسند کرتا ہے، آج تیری جگہ محمد (ﷺ) ہوتے، ہم نعوذ باللہ تعالیٰ ان کو قتل کرتے اور تو آرام سے اپنے گھر والوں کے درمیان بیٹھا ہوتا؟"

کافر سمجھتے ہیں کہ مصائب دیکھ کر مسلمان محبت رسول اللہ ﷺ سے دستبردار ہو جائے گا، حالانکہ یہی تو

وہ موقع ہوتا ہے، جس کے بارے میں کہا گیا ہے:

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشۂ لب بام ابھی

حضرت زیدؓ نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے کہا:

''اللہ کی قسم! میں تو اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ آپ ﷺ ابھی جہاں تشریف فرما ہیں وہاں آپ ﷺ کو ایک کانٹا چبھ جائے اور میں آرام سے گھر میں بیٹھا رہوں۔''

ابوسفیان نے یہ سنا تو بلا اختیار کہہ اٹھا:

''مَارَأَیْتُ مِنَ النَّاسِ اَحَداً یُحِبُّ اَحَداً کَاَصْحَابِ مُحَمَّدٍ مُحَمَّداً (ﷺ)۔''

ترجمہ: ''میں نے لوگوں میں سے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرنے والا نہیں دیکھا جیسے محمد ﷺ کے ساتھی اُن سے محبت کرتے ہیں۔''

واقعہ نمبر۳: سیدنا صدیق ابوبکرؓ اور ان کے بیٹے میدان بدر میں: سیدنا صدیق اکبرؓ کے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن ابوجہل کے لشکر میں شامل تھے، بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرما دیا، ایک دن اصحاب رسول ﷺ کی محفل میں بدر کا تذکرہ چھڑا، تو عبدالرحمٰن کہنے لگے کہ بدر کی جنگ میں ایک موقع پر میرے والد میرے نشانے کی زد میں آگئے تھے، میں نے ارادہ بھی کیا کہ وار کروں مگر فوراً مجھ پر والد کی محبت غالب آگئی اور میں نے وار روک لیا، سیدنا ابوبکرؓ نے بیٹے کی گفتگو سنی تو فرمایا: ''عبدالرحمٰنؓ بیٹے! اللہ کا شکر کرو، کہ تم اس روز میرے وار کے نیچے نہیں آئے، ورنہ تم بچ کر بھی نہ جاتے، اس لئے کہ اس روز تم میرے بیٹے نہیں تھے، میرے بیٹے تو وہ تھے جو میرے نبی ﷺ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے، گویا ابوبکرؓ کہنا چاہتے تھے کہ اپنا لخت جگر، اپنا دلبند، اپنا پیارا بیٹا اور بیٹے کی محبت ''رسول رحمت ﷺ'' کی محبت پر قربان کی جاسکتی ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ تو بدر سے پہلے بھی محبت رسول ﷺ پر اپنا سب کچھ قربان کر چکے تھے، اپنا نابینا والد، اپنا کاروبار، اپنا گھر بار، اپنا مال و اسباب، اور اپنی بیٹیوں کی محبت، دنیا کی کونسی چیز تھی جو ابوبکرؓ نے محبت رسول ﷺ پر قربان نہ کی ہو!

ان کی بیٹی اسماء کے چہرے پر طمانچے مارے گئے تو ابوبکرؓ نے برداشت کیا، مکہ مکرمہ میں کپڑے کی چار دکانیں قربان کردیں اور چالیس ہزار درہم نقد ساتھ کو ہمراہ لئے، نابینا والد نے راستہ روکا تو فرمایا، بابا: جانتے ہو! آج میرے گھر میں کون آیا ہے؟ آج میرے گھر میں وہ آیا ہے جس کے دروازے کا دربان جبرائیل امین ہے، ہاں میرے دروازے پر وہ آیا ہے جو سید الانبیاء بھی ہے اور خاتم الانبیاء بھی، میرے دروازے پر وہ آیا ہے جو کائنات کا دولہا ہے، سردار دو عالم ہے، بابا! میرا راستہ چھوڑ دو، اس لئے کہ:

محمد ﷺ ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا
محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی، تو سب کچھ نامکمل ہے

ابوحذیفہؓ اور ان کے والد: آیئے، آپ کو بدر کے میدان کا ایک اور واقعہ سناؤں، واقعہ بھی ایسا کہ جسے دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی حیران رہ گئے ہوں گے، بدر کے میدان میں رسول انور ﷺ کے جھنڈے کے نیچے اٹھارہ سال کا ایک بانکا اور سجیلا نوجوان ابوحذیفہؓ شہادت کی تمنا لئے کھڑا ہے، اور ابوحذیفہؓ کا والد عتبہ حقیقی بھائی ولید اور چچا شیبہ کفار کے لشکر میں موجود ہیں، عرب کے دستور کے مطابق یہی تینوں سب سے پہلے میدان میں اترے اور ''ھَلْ مِنْ مُبَارِزٍ'' ؟ کا نعرہ لگایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے، جنگجو عتبہ، تجربہ کار عتبہ، زور آور اور پہلوان عتبہ کی للکار فضاء میں گونجی تو سناٹا چھا گیا، پھر دنیا بھی اور آسمان دنیا بھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ابوحذیفہؓ صفوں سے باہر آئے اور نبی اکرم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اجازت ہو تو اپنے والد سے دو دو ہاتھ کرلوں، حیرانگی میں کسی کی زبان سے نکلا کہ ابوحذیفہ! عتبہ تمہارے والد ہیں، جس کا خون تمہاری رگوں میں گردش کررہا ہے، مگر ابوحذیفہؓ نے کہا کہ ''جب سے روحانی رشتہ محمد عربی ﷺ سے جوڑ لیا ہے، باقی سب رشتے اس پر قربان کردیے ہیں'' (سبحان اللہ)۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے مشورہ دیا:

اسی بدر کی ہی بات ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور کفار مکہ کو عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا، بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے اور ستر کو قیدی بنایا گیا، یہ قیدی کون تھے؟ نبی اکرم ﷺ کے چچا اور امیر حمزہؓ کے بھائی عباس، نبی اکرم ﷺ کے بڑا داماد ابوالعاص، عمر فاروقؓ کے ماموں، آپ ﷺ نے مشورہ فرمایا کہ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے؟ تمام اصحاب رسول کا مشورہ تھا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، اس لئے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کئی ایک کو ہدایت نصیب فرمادے، اور پھر فدیہ کی اس رقم سے اسلحہ خرید کر جہاد کی بھرپور تیاری بھی کرلیں گے۔ مگر سیدنا فاروق اعظمؓ کے مشورہ نے سب کو ہلا کر رکھ دیا، انہوں نے کہا کہ یہ قیدی اگرچہ ہمارے رشتہ دار ہیں، مگر انہوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک مکہ مکرمہ میں کیا وہ کس کو یاد نہیں؟ پھر ہم تنگ آکر مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آگئے، مگر یہ ہمیں یہاں بھی چین اور سکون سے نہیں رہنے دیتے، اس لئے یا رسول اللہ! میرا مشورہ

تو یہ ہے کہ ہر قیدی اس کے رشتہ کے حوالے کردیا جائے، پھر آپ ﷺ اس کو حکم دیتے چلے جائیں اور ہم اپنے اپنے رشتہ دار کی گردن قلم کرتے جائیں۔

رئیس المنافقین کا مؤمن بیٹا: محبتِ رسول ﷺ کا عدیم النظیر مظاہرہ:

مدینہ منورہ کا مشہور منافق، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا حقیقی بیٹا نبی اکرم ﷺ کا مخلص صحابی اور سچا مؤمن تھا اور اس کا نام بھی عبداللہ تھا، ایک موقع پر رئیس المنافقین نے سفرِ جہاد سے واپسی پر مہاجرین کے خلاف نفرت پھیلاتے ہوئے اعلان کیا کہ اب مدینہ میں عزت والے لوگ یعنی ہم رہ جائیں گے اور ذلیل لوگوں کو ہم مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے، اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی اکرم ﷺ کو اس کے اعلان اور اس بکواس سے مطلع فرمایا، جب رئیس المنافقین کے بیٹے کو علم ہوا تو یہ مدینہ کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑا ہوگیا اور اعلان کیا کہ آج میں اپنے منافق والد کا سر قلم کردوں گا، یا وہ اپنی زبان سے اقرار کرے گا کہ وہ خود ذلیل اور اس کا گروہ ذلیل ہے اور نبی اکرم ﷺ اور ان کے ماننے والے معزز اور عظمت والے ہیں، پھر دنیا نے دیکھا کہ جب تک اس کے والد نے یہ اقرار اور یہ اعلان نہیں کیا، اس نے والد کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا:

محمد ﷺ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا

ایک صحابیہؓ کا محبتِ رسول ﷺ کا بے مثال مظاہرہ:

غزوۂ اُحد میں نبی اکرم ﷺ کے ہم صورت صحابی سیدنا مصعب بن عمیرؓ شہید ہوئے تو شیطان اور اس کے حامیوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے مشہور کردیا ''الا ان محمدًا قد قتل'' العیاذ باللہ ''محمد عربی شہید ہوگئے ہیں'' یہ افواہ پھیلتے پھیلتے اور یہ خبر اڑتے اڑتے مدینہ منورہ تک جا پہنچی، خبر سنتے ہی مدینہ میں کہرام بپا ہوگیا اور مہاجرینؓ و انصارؓ کی مستورات بے تابانہ گھروں سے باہر نکل آئیں، اُن میں انصار کی ایک صحابیہ بھی تھیں، جو میدانِ احد کی طرف دیوانہ وار بھاگی جارہی تھی اور ہر ملنے والے سے نبی اکرم ﷺ کے بارے میں پوچھتی تھیں، اُسے راستے میں کسی نے خبر دی کہ تیرا باپ شہید ہوگیا، اس نے والد، ہاں مشفق و مہربان والد کی شہادت کی خبر سنی تو خبر دینے والے سے پوچھا ''مَافَعَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟'' مجھے باپ کی شہادت کی خبر دینے والے! مجھے یہ بتا کہ محمد ﷺ عربی کا کیا حال ہے؟ خبر دینے والے نے کہا کہ ''تیرا بھائی بھی شہید ہوگیا'' اس نے کہا: مجھے بھائی کی شہادت کی خبر دینے والے! میں پوچھ رہی ہوں کہ ''رسول انور ﷺ کس حال میں ہیں؟'' خبر دینے والے نے کہا کہ ''تیرا سرتاج بھی قتل ہوگیا ہے'' اس نے کہا میں اپنے سرتاج کی نہیں، کائنات کے سرتاج کے متعلق پوچھ رہی ہوں مجھے بتاؤ کہ ''میرے محمد ﷺ کس حال میں ہیں؟''۔ ابن جوزیؒ نے سیدنا انسؓ سے روایت کیا ہے کہ خبر دینے والے کہا: ''مائی! تیرا لختِ جگر، تیرا بیٹا بھی شہید ہوگیا'' اس نے پھر کہا ''مَافَعَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ'' ''مجھے بتا کہ حضور ﷺ کس حال میں ہیں؟''

قارئین گرامی قدر! ذرا غور فرمایئے! ایک عورت ہے صنفِ نازک ہے، اور اس کا والد، بھائی، شوہر اور بیٹا ایک ہی دن اور ایک ہی موقع پر داغِ مفارقت دے گئے، اس عورت کے سر سے چھت اڑگئی، کمر ٹوٹ گئی، بازو کٹ گئے، چاروں آسرے ٹوٹ گئے، مگر اپنے محبوب پیغمبر ﷺ سے والہانہ محبت و وارفتگی اور عشق کا یہ حال ہے کہ اتنے عظیم صدموں کی طرف توجہ بھی نہیں دیتی اور ہر صدمے اور غم سے بھری خبر سن کر ایک ہی سوال کرتی ہے کہ ''مَافَعَلَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟'' مجھے بتاؤ کہ میرے محمد عربی ﷺ کا کیا حال ہے؟''

خبر دینے والے نے کہا ''بی بی! اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے نبی ﷺ بخیر و عافیت ہیں، اور ان کے قتل کی خبر غلط ہے، کہنے لگی کہ مجھے دکھاؤ، میں اپنی آنکھوں سے چہرۂ انور کی زیارت کرنا چاہتی ہوں، پھر جونہی اس نے رحمتِ کائنات ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھی: ''کُلُّ مُصِیْبَةٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ'' (سیرت ابن ہشام) ''یارسول اللہ! اگر آپ ﷺ سلامت ہیں تو پھر بڑی سے بڑی مصیبت بھی کچھ نہیں''۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ جب یہ عورت رحمتِ کائنات ﷺ کے ہاں پہنچی اور دیکھا کہ آپ ﷺ بسلامت ہیں تو آپ ﷺ کا دامن تھام کر عرض کرتی ہے: ''بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! لَا اُبَالِیْ اِذَا سَلِمْتَ مِنْ عَطَبٍ'' ''یارسول اللہ! آپ ﷺ پر میرے ماں باپ قربان، جب آپ ﷺ زندہ سلامت ہیں تو مجھے کسی صدمہ اور کسی مصیبت کی کوئی پرواہ نہیں''۔

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں! تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

سیدنا زیدؓ کا فیصلہ، محبتِ رسول ﷺ کا لازوال نمونہ:

امام الانبیاء ﷺ کے ایک جانثار صحابی سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں، جو یمن کے ایک امیر کبیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، ڈاکوؤں نے ان کے قبیلے پر حملہ کیا تو وہ سیدنا زیدؓ کو اغوا کرکے لے گئے اور عکاظ کے بازار میں فروخت کردیا، اس طرح وہ خوش قسمتی سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی شفقت بھری چار دیواری میں آگئے، سیدہ خدیجہؓ کا نکاح نبی اکرم ﷺ سے ہوا تو زیدؓ رحمتِ کائنات کے سایۂ عاطفت میں

آ گئے اور اس طرح کئی سال گزر گئے، ادھر دور یمن کی فضاؤں میں زیدؓ کے والدین اپنے گمشدہ لختِ جگر کی جدائی میں سالہا سال سے تڑپ رہے تھے کہ اچانک مکہ مکرمہ سے آنے والے ایک یمنی نے ان کو یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے جگر گوشہ ''زید'' زندہ ہے اور مکہ میں محمد ﷺ نامی کے ہاں زندہ وسلامت موجود ہے، سیدنا زیدؓ کے والد اور چچا نبی اکرم ﷺ سے اپنے بیٹے کی بھیک مانگنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور دستِ بستہ التجا کی کہ زید ہمارا بیٹا ہے، اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے، رحمتِ عالم ﷺ نے ان کی درخواست اور التجا کے جواب میں فرمایا ''زید میری طرف سے آزاد ہے، اگر وہ خوشی ورضا سے تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو تم اسے اپنے ساتھ لے جاسکتے ہو''۔

زیدؓ کے والد اور چچا یہ فقرہ سن کر چونک اٹھے کہ ''اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو لے جاؤ''! انہوں نے سوچا کہ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ والدین سے بچھڑا ہوا ایک بیٹا، ماں سے بچھڑا ہوا ایک جگر بند، بہن بھائیوں سے جدا ہونے والا ایک مظلوم سالہا سال کے بعد اپنے والدین، رشتہ داروں اور بہن بھائیوں کو پا کر دوبارہ اپنی خوشی کھودینے کے لئے تیار ہوجائیگا؟ بھلا کوئی ذی شعور غلامی کو آزادی پر ترجیح کس طرح دے سکتا ہے؟ سالہا سال سے بچھڑا ہوا زیدؓ ماں کی ممتا کے لئے تڑپ جائے گا، ان کو یقین تھا کہ زید ہر صورت میں ہمارے ساتھ آئے گا۔

سیدنا زیدؓ کو رسول رحمت ﷺ نے بلایا اور پوچھا: ''زید! ان کو جانتے اور پہچانتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اچھی طرح جانتا ہوں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اور مجھے بھی جانتے اور پہچانتے ہو؟ اور میرے سلوک کو بھی برسہا برس سے دیکھ چکے ہو؟ اب تمہارے لئے دونوں راستے کھلے ہیں چاہو تو میرے ساتھ رہو اور مرضی ہے تو اپنے والد کے ساتھ اپنے عزیزوں کی طرف لوٹ جاؤ۔

سیدنا زیدؓ کے لئے ایک کڑا امتحان تھا، ایک طرف والد اور دوسری طرف نبی اکرم ﷺ ایک طرف خون کا رشتہ اور دوسری طرف ایمان کا، ایک طرف جسمانی رشتہ اور دوسری طرف روحانی، مگر سیدنا زیدؓ نے یہ فیصلہ کرکے کائنات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ یارسول اللہ! ''میں وہ نہیں جو آپ ﷺ کے مقابلے میں دوسروں کو پسند کروں، میرے لئے تو آپ ﷺ میرے ماں باپ اور کائنات سے بڑھ کر ہیں، آپ ﷺ کو چھوڑ کر میں اپنے والدین کے ساتھ نہیں جاؤں گا''۔

(جاری ہے)

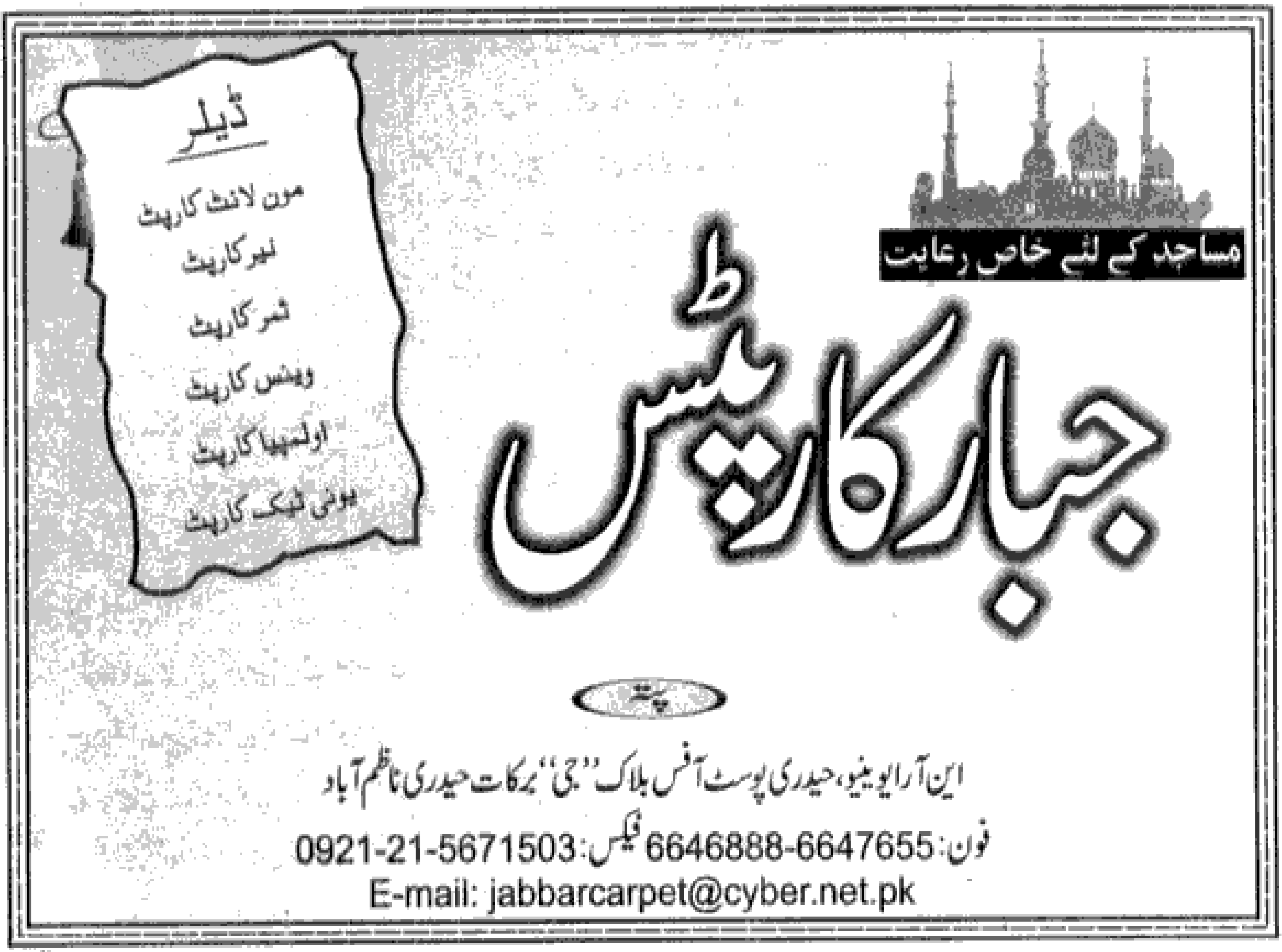

توبہ کی حقیقت وفضیلت

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

ضبط و ترتیب: مفتی ظفر اقبال

جان بوجھ کر گناہ کرنا توبہ کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے:

لیکن ساتھ ساتھ آدم کا بچہ چونکہ بھول بھی جلدی جاتا ہے، ایک طرف کو دیکھتا ہے دوسری طرف سے ڈھول ہو جاتا ہے یہ کہیں توبہ کو گناہوں کا بہانہ ہی نہ بنالے، اس لئے ساتھ ساتھ تھوڑا تھوڑا اللہ تعالیٰ نے اس کا پیدا کرنا بھی واضح کیا ہے، اس کو یوں سمجھو! کہ جیسے کسی نے مرہم ایجاد کر دی کہ زخم کے اوپر لگاؤ تو فوراً زخم ٹھیک ہو جاتا ہے لیکن اس مرہم کو آزمانے کے لئے خود تو اپنے آپ کو زخمی نہ کرو، زخم ہو گیا تو مرہم لگالو، آپ کہیں کہ چونکہ مرہم مل گئی ہے، اس لئے زخم لگا کر اس کو استعمال کر کے دیکھیں تو یہ کہاں کی عقلمندی ہے؟

مرہم اس لئے تو نہیں دی گئی کہ تم بیٹھے بیٹھے اپنے آپ کو زخمی کرتے رہا کرو اور مرہم لگاتے رہو وہ تو اس لئے دی ہے کہ اگر کسی وجہ سے زخم ہو گیا تو اس کا یہ علاج ہے تو توبہ گناہ کا دروازہ نہیں کھولتی کہ جب اللہ نے اتنا دروازہ کھول دیا ہے تو پیٹ بھر کر گناہ کرو بعد میں توبہ کر لینا، یہ تو اس لئے ہے کہ آدم کا بچہ جو انتہائی فرمانبرداری کے ساتھ چلتا ہے اگر غلطی ہو گئی تو اللہ کہتا ہے مایوس ہونے کی بات نہیں ہے توبہ کر لو توبہ اس طرح ہے۔

یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں یہ چوتھے پارے کے آخری رکوع سے پہلے والے رکوع میں ہے:

"انما التوبة علی اللّٰہ للذین یعملون السوء بجهالة ثم یتوبون من قریب" یہ بھی قرآن کریم میں ہے، اس ارحم الرحمین کا کلام ہے: "انما التوبة علی اللّٰہ للذین یعملون السوء بجهالة" یہ توبہ کی قبولیت ان لوگوں کے لئے ہے جو نادانی اور بے وقوفی سے غلطی کر بیٹھتے ہیں، جان بوجھ کر نہیں کرتے، نادانستہ ہو گئی "ثم یتوبون من قریب" پھر جب غلطی کا پتہ چلتا ہے تو جلدی توبہ کر لیتے ہیں، ان کی توبہ کا قبول کرنا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے: "اولئک الذین یتوب اللّٰہ علیهم" یہ لوگ ہیں جن کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے۔

"ولیست التوبة للذین یعملون السیئات" ان لوگوں کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے جو مسلسل گناہ کرتے چلے جاتے ہیں، گناہ کرتے چلے جاتے ہیں، زندگی میں ان کو توبہ کی نوبت نہیں آتی:

"حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الآن" جس وقت موت کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ اب میری توبہ، جب مرنے لگتے ہیں تو توبہ کرتے ہیں، فرمایا: ان کے لئے کوئی توبہ نہیں ہے، "ولا الذین یموتون وهم کفار" اور نہ توبہ ان کے لئے جو کفر کی حالت میں مر جاتے ہیں یا شرک کی حالت میں مر جاتے ہیں، ان کے لئے بھی کوئی توبہ نہیں ہے، کافر کی توبہ قبول نہیں، مشرک کی توبہ قبول نہیں اور زندگی بھر تسلسل کے ساتھ جرم کرنے والوں کی توبہ موت کے وقت قبول نہیں۔

اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس وقت تک سانس نہ اکھڑے، جب تک موت کا یقین نہ آجائے کہ اب میں مر رہا ہوں ایسے وقت میں کوئی توبہ نہیں ہے، اس ضابطہ کو ذہن میں رکھئے اس لئے جان بوجھ کر کسی گناہ کے اوپر اصرار کرنا بسا اوقات انسان کو توبہ کی توفیق سے محروم کر دیتا ہے اور پھر اگر مرتے وقت توبہ توبہ پکارے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اب وقت گزر گیا۔

فرعون کی فرعونیت ایک چلو پانی سے نکل گئی:

فرعون کا قصہ آپ کے سامنے ہے ساری زندگی کہتا رہا: "انا ربکم الاعلیٰ" نعرے لگاتا رہا اور جب ایک چلو پانی ناک میں گیا، کیا خیال ہے آپ کا کہ سارا سمندر ناک میں گھس گیا تھا، کتنا پانی ناک میں گیا ہوگا؟ ایک چلو سے زیادہ پانی نہیں جا سکتا تو فوراً کہنے لگا: "آمنت برب موسیٰ و هارون" رب موسیٰ وہارون پر میں ایمان لے آیا ہوں، اللہ نے کہا: "آلئن" اب ایمان لاتے ہو اور پہلے ساری زندگی نافرمانی کرتے رہے، اس لئے نوجوان یا دوسرے لوگ جن کو اللہ تعالیٰ نے زندگی کے اندر اسباب دیئے ہیں بسا اوقات مغالطے میں ہوتے ہیں کہ میں یہ ہوں، میں وہ ہوں، یہ بھی ایک مغالطہ ہوتا ہے، یاد رکھئے جب وقت آتا ہے تو نہ دولت کام آتی ہے، نہ علم کام آتا ہے، نہ اقتدار کام آتا ہے، نہ فوجیں کام آتی ہیں، کچھ کام نہیں آتا۔ فرعون کی فرعونیت پانی کے ایک چلو سے نکل گئی، نمرود کی نمرودیت ایک مچھر سے نکل گئی، ہم ان کے مقابلہ میں کیا ہیں۔

خدا نے ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیئے ہیں بنا بنا کر:

اس لئے میں ان نوجوانوں کو کہا کرتا ہوں جو شیشہ دیکھ کر، اپنا صاف منہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں

کہ ہم کیسے خوبصورت ہیں، میں کہا کرتا ہوں کہ ایک وظیفہ یاد کرلو دماغ سارے کا سارا انشاءاللہ ٹھیک ہوجائے گا جب شیشہ سامنے آئے تو شیشہ دیکھ کر کہا کرو:

''خدا نے ایسے ہزاروں نقشے مٹا دیے ہیں بنا بنا کر''

غرور ہے تو کس بات کا؟ فخر ہے تو کس بات پر ہے؟ ایسے تو روز پیدا ہوتے ہیں اور روز مرتے ہیں۔

یہ بات جو میں کہہ رہا ہوں، یہ بھی قرآن کریم میں ہے:''الذین اذا فعلوا فاحشة او ظلموا انفسهم ذکروا اللّٰه فاستغفروا الذنوبهم ومن یغفر الذنوب الا اللّٰه ولم یصروا علی ما فعلوا'' یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تعریف کی ہے: ''اذا فعلوا فاحشة'' جب ان سے کوئی بے حیائی کی حرکت سرزد ہوجاتی ہے:''او ظلموا انفسهم'' یا کوئی چھوٹا موٹا گناہ کرلیتے ہیں:''ذکروا اللّٰه'' پھر وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں، پھر اللہ سے استغفار کرتے ہیں اور اللہ کے بغیر گناہ کون معاف کرسکتا ہے؟ تو اللہ کو یاد کرکے توبہ و استغفار کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ معاف کردیتے ہیں:''ولم یصروا علی مافعلوا وهم یعلمون'' جانتے ہوئے اس گناہ پر وہ اڑتے نہیں ہیں اصرار نہیں کرتے، جو اڑ جائے اور اصرار کرے، یہ آیت بھی اس کا دروازہ بند کرتی ہے۔

گناہوں سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوتی ہے:

گناہ کا مطلب سمجھانے کے لئے آخری بات عرض کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف فرمائے، مجھے بھی توفیق دے، آپ کو بھی توفیق دے اور یہ باتیں ہمارے ذہن میں رہ جائیں، جہاں گناہ کرنے کے ساتھ اللہ ناراض ہوتا ہے اور ہمارا مقدر خراب ہوتا ہے دل پریشان ہوتا ہے دل کا اطمینان ختم ہوتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ میرا، میرے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں، گا ہے گا ہے ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں کہ آپ کی امت میں یہ ہو رہا ہے اور بعض آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی بداعمالیوں سے تکلیف ہوتی ہے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے وعظوں میں ایک قصہ پڑھا تھا وہ سنا کے بات ختم کرتا ہوں، فرماتے ہیں کہ دلی میں ایک شاعر تھا، اس نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک بہت شاندار نعت کہی نعتیں شاعر کہتے ہیں، ہم سنتے رہتے ہیں اور وہ فارسی میں تھی اور وہ نعت پہنچ گئی ایران، کیونکہ ایران اور مغلیہ خاندان کے تعلقات بہت تھے تو وہاں ایک شخص بے چارہ وہ اس نعت سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے سمجھا شاید یہ کوئی اللہ والا ہے، یہ شاعر تو واقعی اللہ والا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عاشق صادق ہے، اس کی تو زیارت کرنی چاہئے بہت متاثر ہوا اور چل دیا، اس وقت پیدل سفر ہوتا تھا تو وہ پیدل چلا اس بزرگ کی زیارت کرنے کے لئے جب وہ وہاں پہنچا تو پوچھتا ہے کہ اس نام کا شاعر کہاں ہے؟ کسی نے بتایا کہ وہ بازار میں نائی کی دکان پر بیٹھا حجامت بنوا رہا ہے وہ شخص وہاں چلا گیا، جا کے جو دیکھا تو وہ داڑھی منڈوا رہا تھا وہ تو ہکا بکا رہ گیا کہ میں کیا سمجھ کر آیا تھا اور یہ کیا ہے؟ کہتا ہے:''آغا! ریش مے تراشی''.. آغا! داڑھی منڈواتے ہو؟...وہ آگے سے کہتا ہے:

''ریش مے تراشم ولکن دل کسے نے خراشم''

میری بات ہے یہ کہ میں داڑھی تو منڈواتا ہوں لیکن کبھی کسی کا دل نہیں دکھاتا، یہ میری صفت ہے، وہ آغا کہنے لگا تو آگے سے اس آدمی نے جواب دیا:''کسی کا دل دکھاتے ہو یا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ضرور دکھاتے ہو'' کہتے ہیں چیخ مار کر وہ آغا بے ہوش ہوگیا اور ہوش میں آنے کے بعد کہتا ہے: جزاک اللہ، اللہ تجھے بدلہ دے تو نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ یہ بات کہہ کر تو نے تو میری آنکھیں کھول دی ہیں، ہم سمجھ رہے ہیں کہ ہم کسی کے دل کو تکلیف نہیں پہنچاتے، لیکن عیسائیوں اور یہودیوں والی شکل لے کر روضۂ اقدس پر جب جانا ہوگا خاص طور پر تو کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل نہیں دکھتا ہوگا کہ امتی میرا ہے، کلمہ میرا پڑھتا ہے لیکن تہذیب اپنائی ہوئی ہے عیسائیوں والی، تہذیب اپنائی ہوئی ہے، ہندوؤں والی۔ علامہ اقبال کہتا ہے:

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

بہرحال توبہ کے لئے شرط ہے کہ نادانی کے ساتھ گناہ ہوا ہو اور گناہ ہوتا ہی نادانی سے ہے، عقل سے کام لیا جائے تو گناہ ہوتا ہی نہیں اور پھر جب تنبیہ کی جائے تو فوراً انسان متوجہ ہو جائے اور پھر آئندہ کے لئے اصرار نہ ہو بلکہ توبہ کے لئے شرط ہے کہ عہد ہو کہ آئندہ نہیں کروں گا، اللہ کی رحمت کا دروازہ کھلا ہے، اس کے گناہ سارے کے سارے اللہ معاف کردیتے ہیں۔

حج کے موقع پر تمام گناہوں سے توبہ کرو:

اب چونکہ یہ موقع حج کا ہے اور حج پر ہم امیدیں لگاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہ معاف کریں گے تو ہمیں کثرت کے ساتھ استغفار کرنا چاہئے اور ساتھ ساتھ اپنا ایک ایک گناہ یاد کرکے توبہ کرکے آئندہ کے لئے نہ کرنے کا عہد کرنا چاہئے، چاہے وہ نماز ہے، چاہے وہ روزہ ہے، چاہے وہ حج ہے، چاہے وہ زکوۃ ہے، چاہے وہ دنیاوی معاملات ہیں۔ جو بھی کوتاہی ہے اس کی معافی اللہ سے مانگیں اور اللہ کی رحمت سے امید رکھیں انشاء اللہ العزیز اس عمل کی برکت سے تمہاری زندگی کے اندر انقلاب آنا چاہئے، پہلے کی زندگی اور حج کرکے جانے کے بعد اتنا بڑا سفر کرکے آئے اور اتنی بڑی مشقت اٹھائی، اتنے اخراجات برداشت کئے، پورا چلا لگایا لیکن اس کے باوجود بھی حال میں تغیر نہ ہو تو پھر آپ جانتے ہیں کہ یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس خسارے سے محفوظ رکھے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

نبوت دل پر اترتی ہے یا دماغ پر؟

دوسری قسط

علامہ ڈاکٹر خالد محمود

شیطانی وحی دل پر نہیں دماغ پر اترتی ہے:

شیطان جن انسانوں کو نبوت کے لئے اکساتا ہے وہ ان کے دماغ پر اترتا ہے، ان کو اس سلسلے میں جو چالیں سمجھاتا اور راہیں سکھاتا ہے اس کا تعلق دماغ سے ہوتا ہے، قرآن کریم میں اس شیطانی وحی کی بھی خبر دی گئی ہے:

"وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوْحُوْنَ اِلٰٓی اَوْلِیٰٓئِهِمْ لِیُجَادِلُوْکُمْ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّکُمْ لَمُشْرِکُوْنَ."

(الانعام:۱۲۱)

ترجمہ: "اور شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا تو تم بھی مشرک ہوئے۔"

سچی اور جھوٹی نبوت کے امتیازی فاصلے:

جھوٹی نبوت دماغ پر اترتی ہے بسا اوقات یہ تبخیر معدہ اور سوداوی غلبے کا نتیجہ ہوتی ہے، انسان غلطی سے اسے وحی یا الہام سمجھنے لگتا ہے۔ تاریخ میں ایسے مجنون مدعیان نبوت کی بھی کوئی کمی نہیں رہی۔ ان مجانین پر کفر کا فتویٰ صرف اس لئے دیا گیا کہ وہ اپنے دعویٰ نبوت پر اس طرح ڈٹے کہ اپنی حالت نارمل ہونے پر بھی اس کفر سے انہوں نے توبہ نہیں کی۔ ان کی یہ صورت حال کچھ بھی ہو یہ بات پورے یقین سے کہی جاسکتی ہے کہ جھوٹی نبوت دل پر نہیں دماغ پر اترتی ہے اور پھر اسے وہ الہام بھی ہوتے ہیں، جس کی معنی وہ خود بھی نہیں سمجھتا مرزا غلام احمد قادیانی تسلیم کرتا ہے کہ:

"یہ بات بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔" (چشمہ معرفت ص:۲۰۹)

تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر کئی ایسے الہامات بھی اترے جس کا معنی وہ خود نہیں سمجھتا تھا۔ انگریزی میں اترنے والے الہامات کو سمجھنے کے لئے اس نے ایک ہندو لڑکا ساتھ رکھا ہوا تھا، جس سے ان الہامات کا ترجمہ پوچھتا، وہ لڑکا ان الہامات کا ترجمہ کرتا اور پھر قادیان میں نبوت چلتی اور مرزا غلام احمد قادیانی اسی کو وحی قرار دیتا اور اپنے مریدوں کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دیتا۔

قادیانیوں کے تیسرے سربراہ مرزا ناصر سے پوچھا گیا کہ نبی کی زبان کچھ اور ہوتی ہے اور اسے الہام کسی اور زبان میں ہوتا ہے جسے وہ خود بھی سمجھتا نہ تھا بلکہ ہندو لڑکے سے ترجمہ کراتا تھا۔ مرزا ناصر نے اس کا جواب یہ دیا کہ وہ ہندو لڑکے کو قائل کرنا چاہتے ہوں گے کہ اسلام کتنا بابرکت ہے جس میں ابھی بھی وحی ہوتی ہے۔ (تاریخی قومی دستاویز، ص:۲۳۲)

ہندوؤں میں اس طرح تبلیغ کی جائے تو یہ اس تک پرانے اسلام کو پہنچانا ہوگا یا نئے مذہب کو جس کی وحی اب ہورہی ہے، یہ ہمارے قارئین خود سوچ لیں۔

مرزا ناصر سے یہ بھی پوچھا گیا کہ ایسی وحی کا کیا فائدہ جسے مرزا غلام احمد قادیانی نہیں سمجھتا تھا، کیا اللہ میاں ایسی وحی بھیجتا ہے جسے نبی نہ سمجھ سکے؟ مرزا ناصر نے اس سوال کا جو جواب دیا ہے، اسے پڑھئے اور قادیانیوں کی علمی سطح کا اندازہ کریجئے: "ہم تو اللہ تعالیٰ کے عاجز بندے ہیں، اللہ کو جاکر سمجھا تو نہیں سکتے ناں۔ (ایضاً)

اب آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر اترنے والی نبوت اور اس کے الہامات انسانی کاوش کا نتیجہ ہیں۔ اگر یہ دل پر اترنے والی نبوت ہوتی اور آسمانی ہدایت ہوتی تو اس کا معنی خود صاحب وحی بتلاتا نہ کہ اس کا معنی پوچھنے کے لئے اسے آدھی رات کو کسی ہندو لڑکے کی ضرورت ہوتی۔ ایک مرتبہ وہ ہندو لڑکا کسی اور کی خدمت میں گیا ہوا تھا کہ یہاں مرزا غلام احمد قادیانی پر انگریزی میں الہام ہوا:

"I Shal Give You a Largre Party of Islam"

مرزا صاحب کو اس کے معنی نہ آتے تھے اور وہ ہندو لڑکے کا انتظار کرتے ہی رہ گئے اور انہیں مجبوراً لکھنا پڑا، آج اس جگہ کوئی انگریزی خوان نہیں اور نہ اس کے پورے معنی کھلے ہیں، اس لئے بغیر معنوں کے لکھا گیا۔ (براہین احمدیہ حاشیہ در حاشیہ:۳، ص:۵۵۶)

بعض قادیانی مناظرین کہتے تھے کہ دوسرے دن اس ہندو لڑکے سے ملاقات ہوئی تو اس الہام کے سارے معنی کھل گئے تھے اور مرزا صاحب کے چودہ طبق روشن ہوگئے تھے۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں کہ اس ہندو لڑکے کی صحبت سے چودہ طبق کس کے

روشن ہوئے تھے۔ بتلانا صرف یہ ہے کہ ایسے الہامات اور وحی جسے خود صاحب وحی نہ سمجھ پائے بتلاتے ہیں کہ اس کا تعلق ہرگز دل پر اترنے والی نبوت سے نہ تھا۔

مراق اور مالیخولیا کے مریض کیا کرتے ہیں:

مشہور یونانی حکیم علامہ برہان الدین نفیس دماغی امراض کی بحث میں لکھتا ہے:

''مالیخولیا کی ایک قسم ہے جس کو مراق کہتے ہیں مرض تیز سودا سے جو معدہ میں جمع ہوتا ہے پیدا ہوتا ہے.... اس سے سیاہ بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف چڑھتے ہیں۔'' (شرح اسباب)

پھر یہ بھی لکھا ہے:

''بعض مریضوں میں گاہے گاہے یہ فساد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو غیب داں سمجھتا ہے اور بعض ہونے والے امور کی پہلے ہی خبر دے دیتا ہے.... اس کو اپنے متعلق یہ خیال ہوتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔'' (ایضاً)

جناب حکیم محمد اعظم خان بھی لکھتے ہیں:

''مریض صاحب علم ہو تو پیغمبری اور معجزات وکرامات کا دعویٰ کردیتا ہے، خدا کی باتیں کرتا ہے اور لوگوں کو اس کی تبلیغ کرتا ہے۔'' (اکسیر اعظم ج:۱ ص:۱۸۸)

مرزا غلام احمد قادیانی پر مراق کا دورہ:

کیا مرزا غلام احمد قادیانی پر بھی مراق کا اثر تھا، اس کے لئے اگست ۱۹۲۶ء کے رسالہ ریویو قادیان کا مطالعہ کیجئے: ''مراق کا مرض حضرت مرزا صاحب کو موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔'' (رسالہ مذکور ص:۱۰)

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ یہ مرض موروثی تھا یا نہیں، البتہ ڈاکٹر شاہنواز قادیانی کے اس بیان سے یہ بات کھل گئی کہ مرزا قادیانی واقعی مراق کا مریض تھا، اس صورت میں اگر انہوں نے وحی والہام کے دعوے کئے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی بیوی کو بھی یہی مرض تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے:

''میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے۔''

(منظور الٰہی ص:۲۴۴ از منظور الٰہی قادیانی)

ڈاکٹر شاہنواز نے مرزا محمود قادیانی کا یہ بیان بھی نقل کیا ہے:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔'' (ایضاً ص:۱۱)

جھوٹے مدعیان نبوت جتنے بھی ہوئے وحی و الہام ان پر دماغ کی راہ سے اترتے رہے، ان کا سچے پیغمبروں سے کوئی اشتباہ نہیں ہوسکتا، کیونکہ وحی نبوت سچے نبیوں کے دلوں پر اترتی ہے دماغوں پر نہیں۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تحریروں پر غور فرمائیں، اس سے یہ بات کھل کر سامنے آئے گی۔ اس کی نبوت کی یہ پوری کارروائی اس کی ذہنی ترتیب سے ہی مرتب ہوتی تھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی خود ایک جگہ لکھتا ہے:

''میری دعوت کی مشکلات میں سے ایک رسالت ایک وحی اور ایک مسیح موعود کا دعویٰ تھا۔'' (نصرۃ الحق ص:۵۳)

یہ دعوؤں میں ترتیب کیوں سوچی جارہی تھی، محض اس لئے کہ یہ ساری کارروائی دماغ کی تھی، دل کی نہیں مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ منصوبہ کہ علماء اور مسلمانوں کو کس طرح فریب دیا جائے اور انہیں کس کس طرح کے پیچ میں پھنسایا جائے ابتدا سے ہی تھا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فراڈ خود اس کی زبانی پڑھیں:

''یہ الہامات (جو مرزا نے براہین احمدیہ میں درج کئے تھے) اگر میری طرف سے اس وقت ظاہر ہوتے جب کہ علماء مخالف ہوگئے تھے تو وہ ہزارہا اعتراض کرتے، لیکن وہ ایسے موقع پر شائع کئے گئے جبکہ یہ علماء میرے موافق تھے یہی سبب ہے کہ باوجود اس قدر جوشوں کے ان الہامات پر انہوں نے اعتراض نہیں کیا، کیونکہ وہ ایک دفعہ ان کو قبول کرچکے تھے اور سوچنے سے ظاہر ہوگا کہ میرے مسیح موعود ہونے کی بنیاد انہی الہامات سے پڑی ہے اور انہیں میں خدا نے میرا نام عیسیٰ رکھا اور جو مسیح موعود کے حق میں آیات تھیں وہ میرے حق میں بیان کردیں، اگر علماء کو خبر ہوتی کہ ان الہامات سے تو اس شخص کا مسیح ہونا ثابت ہے تو وہ کبھی ان کو قبول نہ کرتے یہ خدا کی قدرت ہے کہ انہوں نے قبول کرلیا اور پیچ میں پھنس گئے۔''

(اربعین حصہ دوم ص:۲۱)

لوگوں کو پھانسنا کن لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ چالاک اور فراڈی لوگوں کا، انبیاء بھی اس قسم کا پیچ نہیں بناتے، کیونکہ نبوت ان کے دلوں پر اترتی ہے اور اس کے انوارات دور دور تک پہنچتے ہیں، البتہ دماغوں پر اترنے والے الہامات میں کئی پیچ ہوتے ہیں۔

مرزا قادیانی حکیم نورالدین کو ایک خط میں لکھتا ہے:

''جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیل مسیح بننے کی حاجت نہیں۔''

(مکتوبات احمدیہ حصہ:۵ ج:۲ ص:۸۵،۸۴)

آسمانی دعوؤں پر بھی یہ ذہنی مشورے بھی ہوتے ہیں؟ خدا کے نام پر یہ سازشیں کسی شریف آدمی کو زیبا

نہیں دیتیں۔ یہ مشورے اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ مثیل مسیح کا دعویٰ کسی آسمانی ہدایت پر مبنی نہ تھا، یہ دماغی سوچ تھی۔ مرزا غلام احمد کچھ اور سوچتا تھا اور حکیم نورالدین کسی اور سوچ میں گم تھا۔ ان دونوں کی سوچ میں جو سوچ غلبہ پاجاتی وہ دعویٰ کی شکل میں سامنے آجاتی۔ مسیح موعود یا نبوت کا دعویٰ آسمانی ہدایت پر مبنی ہوتا تو آپ ہی سوچئے کیا اس میں اس قسم کی سوچ اور غور وفکر کی کوئی حاجت تھی؟

تاہم ان خوابوں سے اتنی بات ضرور واضح ہوجاتی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی تیرہ و تاریک راہوں سے تدریجاً مرتبہ نبوت پر آیا اور یہ وہ نبوت ہے جو دل پر نہیں اس کے دماغ پر اتری۔ جھوٹی نبوت اور سچی نبوت میں یہ جوہری امتیاز ہے۔

قادیانی تحریک کو سمجھنے کیلئے پانچ بنیادی نکات:

جب یہ معلوم ہوگیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی وحی اس کے صفراوی مزاج کی پیداوار تھی اور اس کا دعویٰ نبوت شیطانی اثرات سے ماثور رہا تو اس تحریک کو مزید سمجھنے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کی ان پانچ باتوں پر غور کیجئے:

۱:... اپنی نبوت منوانے کے لئے دعوت کو کافی نہ سمجھنا لوگوں کو وباؤں اور زلزلوں کی پکڑ سے ڈرا کر اپنے حلقے میں لانا، کیا یہ عوام کی بلیک میلنگ نہیں؟

۲:... بعض غیبی خبروں کے پالینے کو جو کبھی جنات اور قیافوں کے ذریعہ معلوم کی جاسکتی ہیں، نبوت قرار دینا نبوت کی ایک نئی اصطلاح ہے جو پہلے کہیں نہیں پائی گئی۔

۳:... اپنی پیشگوئیوں کو تحدی سے پیش کرنا اور انہیں اپنے دعوے کی صداقت کا معیار ٹھہرانا اور جب وہ پوری نہ ہوں تو اس میں قیدیں بڑھانا اور اپنے پچھلے جھوٹ کو تیور کے سہارے دینا۔

۴:... مرزا غلام احمد قادیانی کے عربی الہامات میں اس کی اپنی سوچ کا نمایاں دخل رہا ہے دوسری زبان میں غلط چلنا اپنی غلط سوچ سے ہی ہوسکتا ہے۔ خدا کی وحی میں کبھی غلطی راہ نہیں پاتی۔

۵:... مرزا قادیانی سے احتلام وقوع میں آنا یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ اس کے دماغ پر شیطان وارد ہو، یہ ان لوگوں کو نہیں ہوتا جو سچے نبی ہوتے ہیں اور دخل شیطانی سے محفوظ رہتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کئے دعووں سے گزرنے کے بعد کیا، ابتداء میں وہ صرف الہام کا مدعی تھا پھر مثیل مسیح بنا اور چلتے چلتے نبوت کے دعوے پر آپہنچا اور اسے اپنے پچھلے عقائد اور مسلک کو ترک کرنا پڑا۔

مرزا بشیر الدین محمود لکھتا ہے:

”الغرض حقیقت الوحی کے حوالہ نے واضح کردیا کہ نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا، مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔“

(الفضل،۹،رستمبر۱۹۴۱ء)

کیا اس تبدیلی کو مرزا قادیانی نے بخوشی قبول کیا یا آپ سے یہ عقیدہ جبراً منوایا گیا۔ مرزا محمود قادیانی کا کہنا ہے کہ: ”نبوت کے متعلق بھی سابقہ عقیدہ میں وحی نے جبراً تبدیلی کرائی۔“ (ایضاً)

یہ تدریجی نبوت محض دماغ کی پیداوار ہی ہوسکتی ہے، دل کے پیرائے تدریج کے پیمانوں میں کبھی نہیں ڈھلتے، سچی نبوت دل پر اترتی ہے اور جھوٹی نبوت دماغی قالب سے ظہور میں آتی ہے۔ قرآن کریم میں جتنے انبیاء کرام کا ذکر ہے۔ ان میں ایک بھی ایسا نہیں جسے نبوت تدریجاً ملی ہو، مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ غلط ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ کی پیروی سے نبوت ملی تھی، یعنی اگر آپ موسیٰ علیہ السلام کی پیروی نہ کرتے تو نبوت تک نہ پہنچتے، پیروی تدریجاً ہوتی ہے تو اس سے جو نبوت ملے گی وہ بھی تدریجاً ہوگی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت محنت اور ریاضت اور پیروی سے مل سکتی ہے اور یہ بات صریح الحاد اور کھلا زندقہ ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا لفظ دعویٰ دیکھیں:

”ایک بندہ خدا کا عیسیٰ نام جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں، تیس برس تک موسیٰ کی پیروی کر کے خدا کا مقرب بنا اور مرتبہ نبوت پایا۔“ (چشمہ مسیحی، ص:۴۴)

قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر سے یہ سوال کیا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبوت تدریجاً ملی تھی یا یکدم مل گئی؟ مرزا ناصر کا جواب یہ ہے:

”ساری کائنات کا نظام تدریج پر ہے، بچہ جننے سے فوت ہونے تک تدریجی مراتب ہیں۔“ (تاریخی قومی دستاویز، ص:۲۲۱)

(جاری ہے)

عبدالخالق گل محمد اینڈ سنز
گولڈ اینڈ سلور مرچنٹس اینڈ آرڈر سپلائرز
دکان نمبر N-91 صرافہ بازار میٹھادر کراچی
فون: 2545573

’’اسلام زندہ باد‘‘ کانفرنس

جمعیت علماءِ اسلام کا قابل تبریک کارنامہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

متحدہ ہندوستان میں استخلاص وطن کی تحریک کی آبیاری اور اُسے پروان چڑھانے کے لئے علمائے حقہ ہی پیش پیش تھے۔ اسی طرح تحریک پاکستان میں بھی علمائے کرام کا کردار مثالی تھا، جس کے نتیجہ میں ملک عزیز پاکستان وجود میں آیا۔

پاکستان کی بنیاد اور اساس نفاذ اسلام تھی، پاکستان کا مطلب کیا: ’’لا إلٰہ إلا اللّٰہ‘‘ جیسے نعرے سے عوام کے ایمان وایقان کو انگیخت کیا گیا۔ لیکن ابتداء ہی سے خصوصاً قائد ملت لیاقت علی خان مرحوم کے بعد تدریجاً یہاں نفاذ اسلام نہیں ہونے دیا گیا۔

۹، ۱۰ رفروری ۱۹۴۹ء مطابق ۱۰، ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ کو جمعیت علمائے اسلام کے زیر اہتمام ڈھاکہ میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد کی گئی، جس کے خطبۂ صدارت میں علامہ شبیر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہٗ نے اس طبقہ کی تمام کج ادائیوں کو طشت ازبام کیا اور نفاذ اسلام کے سلسلہ میں ان کے تمام شکوک وشبہات اور اعتراضات کا جواب دیا۔ آپ ہی کی کوششوں سے قرارداد مقاصد اسمبلی سے پاس ہوئی، جو آج بھی آئین پاکستان کا حصہ ہے۔

۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کی اپنی شرارتوں اور غنڈہ گردی کی بنا پر جب اسلامیان پاکستان نے تحریک چلائی، تو اس وقت محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری نور اللہ مرقدہٗ کی امارت اور قومی اسمبلی میں حضرت مفتی محمود قدس سرہٗ کی قیادت میں پارلیمنٹ نے آئینی طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ اُس کے بعد متعدد بار علمائے کرام نے نفاذ شریعت کی غرض سے قومی اسمبلی، سینیٹ اور صوبائی اسمبلی میں شریعت بل اور حسبہ بل پیش کئے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب بھی نفاذ اسلام کی بات کی گئی، اشرافیہ نے اس کی راہ میں روڑے اٹکائے اور فرضی مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرکے پاکستان میں نفاذ اسلام کی راہ روکی گئی، آج پاکستان کو قائم ہوئے ۶۴ برس ہوگئے لیکن یہاں اسلام نافذ نہیں ہوسکا۔

اس ملک میں برسر اقتدار طبقہ ہمیشہ یورپ و امریکہ کے مفادات کا محافظ رہا، اس ملک میں جو بھی کرسی اقتدار پر براجمان ہوا، اس نے ملک اور قوم کے لئے کچھ کیا ہو یا نہ، البتہ اسلام اور مسلمانوں کا گلا ضرور دبایا۔

دوسری طرف حامیانِ دین و شریعت اور علمائے حقہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ حکام کو پاکستان کے مقاصد سے منحرف نہ ہونے دیا جائے، اس لئے انہوں نے ارباب اقتدار کو ان کے بیرونی آقاؤں کے پروگرام کی تکمیل سے نہ صرف یہ کہ باز رکھا، بلکہ ہمیشہ کوشش کی کہ کسی طرح خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ ہوجائے۔

جمعیت علماء اسلام جو پاکستان کی ملک گیر عوامی دینی جماعت ہے، جس کا منشور قرآن وسنت اور اسلام کے عادلانہ نظام کا نفاذ ہے۔ انسانیت کش استحصالی نظام کا خاتمہ، انسانی حقوق کی پاسداری اور شہریوں کے بنیادی حقوق کے لئے جدوجہد اس کا اثاثہ ہے۔ جمعیت علماء اسلام کا نصب العین رضائے الٰہی کا حصول اور اعلائے کلمۃ اللہ اس کا مقصود ہے۔

آج دنیا میں تہذیبوں کے ٹکراؤ کی جنگ ہے، مغرب مسلمانوں پر اپنی تہذیب مسلط کرنے پر تلا ہوا ہے، اور اس کے لئے اس نے کئی محاذ کھول رکھے ہیں۔ سامراج کی ان تمام فتنہ سامانیوں اور چالوں سے پاکستانی عوام کو بچانے اور ان سے باخبر رکھنے کے لئے قائد اسلامی انقلاب، امیر جمعیت علماء اسلام حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے مختلف شہروں میں کانفرنسوں کی صورت میں رابطہ مہم کا فیصلہ کیا۔ کئی شہروں میں کامیاب کانفرنسوں کے بعد کراچی میں باغ قائداعظم محمد علی جناح میں ’’اسلام زندہ باد کانفرنس‘‘ منعقد ہوئی، جس کی مثال کراچی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کانفرنس کی تیاری میں جمعیت علماء اسلام کراچی کی قیادت اور کارکنوں نے انتھک محنت کی۔ کانفرنس کی تیاریوں کے سلسلہ میں علمائے کرام، دینی مدارس کے منتظمین اور خطباء حضرات کے نام ایک دعوت نامہ تیار کیا گیا، جس کا متن یہ ہے:

’’محترم ومکرم… زیدت الطافکم ومعالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ملک کی موجودہ دینی سیاسی اور اقتصادی صورت حال میں جو لاوا پک رہا ہے اور عالمی استعمار نے یہودی و صلیبی پروگراموں اور منصوبوں کو ہمارے ملک عزیز پاکستان پر مسلط

کرنے کے لئے جو گٹھ جوڑ کر لیا ہے، اس کے پیش نظر اس کا مؤثر تدارک، نظریۂ پاکستان، دینی مدارس و مساجد اور اسلامی مراکز کی حفاظت، امت مسلمہ کو رشتۂ وحدت میں پرونا اور ملک وملت کی صحیح رہنمائی کرنا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اس مقصد کے لئے ۲۷؍جنوری ۲۰۱۲ء بعد نماز جمعہ بمقام شاہراہ قائدین ''اسلام زندہ باد'' کانفرنس کا انعقاد کیا گیا ہے، جس میں جمعیت علماء اسلام کے مرکزی راہنماؤں کے علاوہ قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا خصوصی خطاب ہوگا۔

آپ سے اس کانفرنس کی کامیابی کے لئے دعاؤں اور توجہات کی درخواست کے ساتھ یہ بھی استدعا ہے کہ اپنے احباب وحلقۂ اثر کو اس کانفرنس میں شرکت کے لئے زیادہ سے زیادہ متوجہ فرمائیں۔ واجرکم علی اللّٰہ۔''

اس کانفرنس میں ملک بھر کے اراکین قومی اسمبلی، اراکین صوبائی اسمبلی، اراکین سینیٹ اور جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں کے علاوہ بزرگان دین، اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام کثیر تعداد میں شریک ہوئے، جن میں وفاق المدارس العربیہ کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان زیدمجدہم، حضرت مولانا عبدالصمد ہالیجوی صاحب، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نائب صدر، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس و شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب، استاذ حدیث حضرت مولانا محمد انور بدخشانی صاحب، استاذ حدیث حضرت مولانا فضل محمد صاحب، استاذ حدیث حضرت مولانا امداداللہ صاحب قابل ذکر ہیں۔

کانفرنس سے جمعیت علماء اسلام کے جنرل سیکریٹری مولانا عبدالغفور حیدری، اکرم درانی، حافظ حسین احمد، سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، حضرت مولانا سید عبدالمجید ندیم شاہ صاحب، مولانا عبدالغفور قاسمی اور دیگر نے خطاب فرمایا۔

اس موقع پر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر دامت برکاتہم نے اپنے خطاب میں جو کچھ فرمایا، وہ ہدیۂ قارئین ہے، ڈاکٹر صاحب نے فرمایا:

''میرے معزز بزرگو اور عزیز بھائیو!

آزادی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، کوئی قوم آزاد ہو، یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان پر بنی اسرائیل کو یہ نعمت یاد دلائی کہ تم اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ فرعون اور فرعون والے تم پر ظلم کیا کرتے تھے، تم غلام تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے، اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ ان کی عورتوں سے وہ خدمت لیتے تھے اور بڑوں سے بیگار لیتے تھے۔

آپ نے سنا ہوگا کہ مصر میں فرعون کے بہت بڑے بڑے اہرام مصر بنے ہوئے ہیں، بڑے بڑے پتھروں کے مصنوعی پہاڑ ہیں، جو ان کی قبریں تھیں، یہ بڑے بڑے پتھر بنی اسرائیل کے ذریعہ لائے جاتے تھے، فرعونیوں کے ہاتھ میں بڑے بڑے کوڑے ہوتے تھے، ان سے انہیں مارتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو آزادی دی اور فرعون کو غرق کیا اور یہ بنی اسرائیل اُس کنارے پر تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ نعمت یاد دلاتا ہے، اور ایسا ہی ہمارا حال ہے۔ ہم غلام تھے، استعمار ہم پر غالب تھا اور فرعون نے تو بچوں کو ذبح کیا، لیکن استعمار نے ہزاروں علماء کو ذبح کیا، وہ سب جرم کئے جو آپ کتابوں میں پڑھ سکتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں نے محنت کی، آزادی کے لئے قربانیاں دیں اور آخر کار اس کو یہاں سے بھاگنا پڑا اور ہمیں آزادی مل گئی اور اس آزادی کا عنوان بھی اسلام تھا۔ ہمارے قائدین، ہمارے عوام سب کی زبان پر یہی تھا کہ پاکستان کا مطلب کیا: ''لا الٰہ الا اللّٰہ'' اللہ نے ہمیں یہ نعمت دی۔

ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم نے جو وعدے کئے تھے، ان پر عمل کرتے اور واقعی ملک کو مثالی اسلامی مملکت بناکے دنیا کے سامنے پیش کرتے، لیکن نعمت ملنے کے بعد ہمارے قائدین نے بھی اور ہم عوام نے بھی سرکشی اختیار کی، ناشکری کی، الا ماشاء اللہ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آج تک ہمیں اسلامی نظام نہیں مل سکا۔ اس کی سزا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی زلزلہ کی شکل میں آتا ہے، کبھی سیلاب کی شکل میں آتا ہے۔ جماعتیں آپس میں لڑ رہی ہیں، ہر ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچ رہا ہے اور پاکستان کا رہنے والا اپنی جان ومال اور عزت پر مطمئن نہیں کہ ہر وقت اُس پر خوف مسلط رہتا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''لئن شکرتم لأزیدنکم ولئن کفرتم إن عذابی لشدید'' یعنی میری نعمت کا شکر ادا کروگے تو اور دوں گا اور اگر ناشکری کروگے تو میرا عذاب سخت ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ کا عذاب ہم سے دور ہو جائے، اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ ملک اسلامی ملک بن جائے، اس کے اندر اسلام کا بول بالا ہو تو پھر ہمارے

حکمرانوں سے لے کر عوام تک ہم سب کو توبہ کرنی چاہئے، ہمیں اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہئے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

ہمارے حکمران بھی صدق دل سے توبہ کریں، ہم عوام بھی صدق دل سے توبہ کریں اور اس کا وعدہ کریں کہ اے اللہ! ہم اپنی اجتماعی زندگی میں بھی اور انفرادی زندگی میں بھی آپ کے دین پر چلیں گے اور آپ کی تعلیمات پر عمل کریں گے اور اگر ہم نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی پیروی کی تو انشاء اللہ یہ عذاب بھی ٹلے گا اور اللہ کی نعمتیں بھی آئیں گی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اللہ تعالیٰ کے نیک حکمرانوں میں سے تھے اور ان کو خلیفہ راشد کہا جاتا ہے، ان کے عدل و انصاف اور دینداری کی وجہ سے اللہ نے ایسی برکت دی کہ ان کے دور میں ایک انسان پیسے لے کر باہر نکلتا، کوئی فقیر نہیں ملتا تھا، جس کو وہ پیسہ دے اور زمین میں جو غلہ و پھل عام طور پر اُگتے تھے، اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ پھل اور کثرت کے ساتھ غلہ دیا کرتے تھے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! ایک ہی راستہ ہے، ہم توبہ کر کے وعدہ کریں کہ اے اللہ! آئندہ ہم اپنی زندگی کو تیرے احکام، تیری کتاب اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزاریں گے اور حکمران بھی وعدہ کریں، توبہ کریں، ہماری آواز وہاں تک نہیں پہنچ سکتی، میں میڈیا والوں سے گزارش کروں گا کہ: میری آواز وہاں تک بھی پہنچائیں اور ان سے کہیں کہ اللہ کا جب عذاب آئے گا، نہ تم بچو گے، نہ ہم بچیں گے۔ توبہ کرو، تمہاری کرسی کی حفاظت بھی ایک نے کرنی ہے اور وہ اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر زندہ رکھے اور اسلام کے لئے سارے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وصلی اللّٰہ علیٰ سیدنا محمد۔"

جمعیت علماء اسلام کے امیر اور قائد ملت اسلامیہ حضرت مولانا فضل الرحمن دامت برکاتہم نے "اسلام زندہ باد" کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے بجا طور پر فرمایا کہ: ملک کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے اور مسائل کو حل کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ اسٹیبلشمنٹ ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: اسٹیبلشمنٹ نے اس ملک کو سیکولر اسٹیٹ بنادیا ہے، مقتدر ادارے اپنی ناکامی تسلیم کرلیں، مغرب کی جانب سے مسلمانوں کی تذلیل، قرآن پاک کی توہین اور اسلام دشمن اقدامات ہمیں انتہاپسندرویہ اختیار کرنے پر مجبور کررہے ہیں، امریکا اور اس کے حواری سن لیں، امریکا سے آقا اور غلام کا رشتہ قبول نہیں، انتخاب جیت گئے تو پورے ملک میں عوام کو مفت طبی اور تعلیمی سہولتیں فراہم کریں گے۔ بندوق کی نوک پر شریعت کے نفاذ کے مطالبے کو درست نہیں مانتے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل نہ کرنے والے مسلح تنظیموں سے بڑے مجرم ہیں، سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام مسائل کی جڑ ہے، کھوکھلے نعرے نہیں لگاتے، معاشی مسائل کے حل کا منشور رکھتے ہیں، کیمونزم اور کیپٹل ازم کی ناکامی کے بعد اسلامی نظام دنیا کا مقدر ہے۔ انسان کے بنائے ہوئے معاشی نظام مسائل کے حل میں ناکام ہوچکے ہیں، ہم مذاکرات کے قائل ہیں، اگر افغانستان کا مسئلہ مذاکرات سے حل ہوتا ہے تو اس پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں، روٹی کپڑا اور مکان کے نعرے نے کبھی بھوکے کا پیٹ نہیں بھرا، مغرب کی انتہا پسندی کے خلاف ہمیں بھی انتہا پسند پالیسی بنانے کا حق ہے۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ:

"سندھ کے عوام نے جمعیت علماء اسلام پر بے لاگ اعتماد کیا ہے، جس کا ثبوت آج کا یہ فقید المثال عوامی اجتماع ہے، آج کی کانفرنس حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تحریک کا تسلسل ہے، جمعیت علماء اسلام کے جیالوں نے اس نعرے کو نئی جلا بخشی ہے اور قوم کو احساس دلایا ہے کہ پاکستان کے قیام کا مقصد غلامی کو دوام بخشنا نہیں، بلکہ حقیقی آزادی حاصل کرنا تھا، مگر قیام پاکستان سے ہی ملک پر ایسا نظام نافذ کردیا گیا اور لوگ قابض ہوئے کہ ہمیں فرنگی کے دور سے نکال کر امریکی استعمار کے حوالے کردیا گیا اور پاکستان کو اسٹیبلشمنٹ نے سیکولر اسٹیٹ بنادیا، ملک کا سرمایہ اسٹیبلشمنٹ کی عیاشیوں پر خرچ ہوتا ہے اور غریب بھوکا رہ رہا ہے۔ پاکستان کے قیام کا مقصد اسلامی فلاحی ریاست کا قیام تھا، مگر اس کو فلاحی ریاست کی بجائے اسٹیبلشمنٹ کی ریاست بنادیا گیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں معاشی انقلاب لانے کی ضرورت ہے۔ ملک کے وسائل عوام کی ملکیت ہیں۔ جمعیت علماء اسلام کے سربراہ نے کہا کہ مزدور کو اداروں میں اس کا حق ملنا چاہئے، جب تک مزدور اور غریب مطمئن نہیں ہوگا، اس وقت تک ملک میں بہتری نہیں آسکتی۔ جے یو آئی نے خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں خان اور سرداری سسٹم کو ختم کیا اور اب سندھ میں جاگیرداری اور وڈیرہ شاہی کی لعنت کا خاتمہ کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ بعض قوتیں مذہبی طبقے کو مذہبی انتہا پسندی کی طرف دھکیلنا چاہتی ہیں۔ ہم یہ بتادینا چاہتے ہیں: ہم انتہا پسند نہیں، انتہا پسند تم ہو۔ ہمیں تو قرآن پاک نے میانہ روامت قرار

دیا ہے، ہم نے باطل نظریات اور غیر فطری نظریات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے۔ مذہبی طبقے کو زبردستی جنگ کی طرف دھکیلا جارہا ہے جو لوگ ہمیں انتہا پسند کہتے ہیں، میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ابو غریب جیل، گوانتاناموبے، شبرغان اور دیگر انسانیت دشمن مقامات پر انسانیت کی کس طرح تذلیل کی گئی؟ کہیں پر زندہ انسانوں پر کتے چھوڑے گئے، کہیں پر زندہ انسانوں کے منہ پر پیشاب کئے گئے اور کہیں پر قرآن کی توہین کی گئی، امریکا میں گرجاگھروں میں قرآن پاک کو اعلانیہ طور پر جلایا گیا، آپ کا یہ انتہا پسندانہ رویہ ہمیں انتہا پسند بننے پر مجبور کررہا ہے۔ ہم امریکی عوام یا کسی کے دشمن نہیں، ہم امریکی رویوں کے دشمن ہیں، ہم مسائل کے حل کے لئے مذاکرات کے مخالف نہیں مگر امریکا اور اس کے حواریوں پر واضح کردینا چاہتے ہیں کہ پاکستان اور امریکا کے درمیان آقا اور غلام کے تعلقات ہیں، ہم اس بنیاد پر کسی پالیسی کو تسلیم نہیں کریں گے اور اس کے خلاف جمعیت علماء اپنے منشور کے مطابق اپنی جدوجہد جاری رکھے گی۔ مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ جب اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کے مطابق قانون سازی نہیں کی گئی اور پارلیمنٹ نے بھی آئین کے مطابق اسلامی قوانین کے نفاذ کے لئے اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ اگر کسی نے اس وجہ سے بندوق اٹھا کر اسلامی نظام نافذ کرنے کی کوشش کی، اگر اس کے خلاف طاقت کا استعمال درست ہے تو پھر پارلیمان میں بیٹھ کر اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنے والے بھی مجرم ہیں اور ان کے خلاف بھی عوامی بغاوت ہونی چاہئے، انہوں نے کہا کہ پارلیمنٹ میں قراردادوں پر عمل ہوتا تو آج ہمیں ذلت کا سامنا نہ کرنا پڑتا، کبھی قوم کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو اغوا کرکے اس کی تذلیل کی جاتی ہے، کبھی ریمنڈ ڈیوس جیسے دہشت گرد معصوم پاکستانیوں کا قتل کرتے ہیں، کبھی ایبٹ آباد پر حملہ ہوتا ہے اور ہمارے ادارے بے خبر ہوتے ہیں، کبھی حقانی نیٹ ورک کی بنیاد پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے اور کبھی سلالہ پر حملہ ہوتا ہے، یہ سب کچھ ۲۰۰۱ء کی ملک دشمن پالیسیوں کا نتیجہ ہے، جس کی وجہ سے اب تک ملک کو ۷۰ ارب ڈالر کا نقصان ہوچکا، ۴۰ ہزار پاکستانی بے گناہ شہید ہوچکے ہیں، اس کے بدلے میں ہمیں ۹ سال کے دوران ساڑھے ۲ ارب ڈالر ملے جو سالانہ فی پاکستانی ۲ ڈالر بنتے ہیں۔ مولانا فضل الرحمن نے کہا کہ ہم اپنے مجرم کو تلاش کرنا چاہتے ہیں۔ زبانی معاہدات ہوئے، آخر یہ اختیار کس کو حاصل تھا کہ وہ ۱۸ کروڑ عوام کا سودا کرے؟۔ غلط پالیسیوں نے ہمیں بھکاری بنادیا، یہ ادارے کیوں نہیں تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ناکام ہوچکے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ لوگ ہم سے پوچھتے ہیں کہ جلسے بڑے کرتے ہیں، لیکن ووٹ آپ کو نہیں ملتے؟۔ میں ان سے کہنا چاہتا ہوں کہ اسٹیبلشمنٹ درمیان سے ہٹ جائے پھر دیکھتے ہیں کہ کس کو ووٹ ملتے ہیں اور کس کو نہیں ملتے؟۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں انتہا پسندی کو روکنے کے لئے صاف شفاف الیکشن وقت کی ضرورت ہے اور یہ عمل ووٹر لسٹ سے لے کر بیلٹ بکس تک ہر معاملے میں ہونا چاہئے، ورنہ ہمیشہ یہ سوال اٹھے گا: وہ کون سے ادارے ہیں جن کی وجہ سے ملک تباہ ہوا ہے؟ وہ اپنی اس ناکامی کو تسلیم کریں، انہوں نے مقتدر اداروں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم لوگوں کو باغی بناؤ اور ہمیں کہو کہ ان کا راستہ روکو، یہ سلسلہ کب تک چلے گا؟ اسٹیبلشمنٹ اب یہودی لابی کو پروان چڑھارہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے دنیا کو اسلام کا حقیقی پیغام پہنچانا ہے اور جمعیت علماء اسلام پوری دنیا کی اسلامی تحاریک کی حمایت کرتی ہے۔“

ہم سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا فضل الرحمن زید مجدہم نے اپنے خطاب میں جو کچھ فرمایا، وہ پوری پاکستانی قوم کے دل کی آواز ہے اور قوم کے ذہنوں میں وسوسہ ڈالنے والے بہت سے سوالات کا تسلی بخش اور شافی جواب ہے۔

جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں کی اب پہلے سے زیادہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس پیغام کو گھر گھر، گلی گلی اور محلہ محلہ کے باشندوں تک پہنچائیں، منتشر اور بکھرے افراد کو اجتماعیت میں لائیں، ان کے مسائل سنیں، ان کے حل اور ازالہ کے لئے ان کے دست وبازو بنیں۔ انشاء اللہ! اس سے جمعیت علماء اسلام کی قوت مضبوط ہوگی اور اسے تقویت ملے گی۔

جمعیت علماء اسلام کی قیادت سے ہماری درخواست ہے کہ اپنوں کو منانے کی کوشش کریں اور ان کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت فکر دیں، اس سے انشاء اللہ! علماء دیوبند کی قوت مجتمع اور نفاذ اسلام کی راہ ہموار ہوگی۔

ادارہ ”اسلام زندہ باد“ کانفرنس کے انعقاد اور کامیابی پر جمعیت علماء اسلام کی قیادت، راہنماؤں اور کارکنوں کو دلی مبارکباد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کی مساعی جمیلہ کو قبولیت سے نوازیں اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ اور اس کی برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

☆☆......☆☆

اللہ تعالیٰ پر توکل...... مومن کا ہتھیار!

ڈاکٹر خواجہ فضل احمد

پاکستان بالخصوص امہ عالم اسلام بالعموم کی معاشی، سیاسی، اقتصادی، دیہاتی، شہری، مقامی ترقی، عزت، انصاف، مساوات، دکھ غم خوشی مسرت میں شرکت اللہ تعالیٰ کی وحدت پر مکمل ایمان، ملائکہ، اللہ تعالیٰ کی کتابوں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کی ہدایات کے لئے اتاری گئیں، ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر ایمان ہی اتحاد مسلمین کی اساس ہیں۔ اگر ملک میں امن و امان ہوگا، انصاف ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی وحدت پر یقین ہوگا تو ہم ملک کے تمام وسائل کو بروئے کار لاکر ملک وقوم کی دولت بڑھا سکتے ہیں۔ ہم دنیا کے مدمقابل اپنا رہن سہن کا درجہ بڑھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے پاکستان میں زرخیز زمین عطا کی ہے، جس میں پھل، اناج، سبزیاں، کپاس اور کارخانوں اور صنعتوں میں استعمال ہونے والا میٹریل، زمین کے اندر مدفون خزانے کوئلہ، سونا، تیل، رنگین پتھر، پانی کے دریا سب کچھ پاکستان میں موجود ہیں، لیکن رشوت، خرد برد اور ناجائز آمدنی، قرضوں کی معافی نے ملک کو کھوکھلا کردیا ہے۔ مہنگائی، سود، غیر ممالک سے قرضے اور مالی امداد نے ہماری کمر کو دوہرا کردیا ہے، آخر یہ کیوں ہوا؟ اس پر ہمیں قرآن کریم سے ہدایات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بندہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ وہی رحم کرنے والا، بخشش کرنے والا، مہربان مربی دوست ہے۔ تعریف ہمیشہ اسی کی ہوتی ہے جو تمام مخلوق کو روزی عطا کرے۔ تمام عالموں کا رب ہو، آخرت کا مالک ہو، ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عبادت کرتے ہیں، اب یہ صاف کلامی کہ مدد مانگنے والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو متقی اور پرہیزگار ہوں۔ جب مدد، ہدایت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے مانگی جاتی ہے تو ہم غیر مسلموں کے آگے اپنا کشکول کیوں لے جاتے ہیں اور ان سے مدد کیوں مانگتے ہیں؟ اس کا صاف مطلب یہ ہی نکلتا ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان نہیں۔ غیر مسلم ممالک ہماری بے مقصد تو مدد نہیں کرتے، سود لیتے ہیں، شرائط عائد کرتے ہیں، مسلمانوں میں نفاق ڈال کر آپس میں لڑاتے ہیں، ''لڑو، لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر عمل کرتے ہیں۔ غیر مسلم سے رابطے دراصل قرآن عظیم کے ارشادات کا انکار اور جھٹلانا ہے۔ اس کے بھیانک نتائج پاکستان بھگت رہا ہے۔ راہ راست صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی دکھلاتا ہے۔ ہم یہ راہ غیر مسلموں پر دارومدار رکھ کر حاصل کرتے ہیں۔ اے اللہ! ہم کو دکھا راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے فضل فرمایا، جن پر انعام کیا گیا وہ چار فرقے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام، صدیقین، شہداء، صالحین نہ وہ راہ جو یہود ونصاریٰ کی ہے۔ اب ہم یہود ونصاریٰ پر ہی اعتماد کرتے ہیں، وہی انصاف اور عدل کے مالک ہیں، وہی ہماری مالی مدد کرنے والے ہیں، وہی ہر چیز دینے والے ہیں۔ یہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ سے ہدایت ہی نہیں ملی وہ ہم کو کیا ہدایت دیں گے۔ اس لئے مسلمین و مسلمات کی ایک وحدت ہی خداوند کریم سے ہدایت کے قابل بناتی ہے۔ جس کو ہدایت مل گئی وہ ہی اس پر قائم رہتا ہے۔ حالات کتنے ہی بدل جائیں، لیکن وہ خداوند کریم کی ہدایات پر قائم رہتے ہیں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام کا صرف ایک ہی مقصود تھا کہ خداوند کریم ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور ہم اس کے بھیجے ہوؤں میں سے ہیں، قلیل لوگ ہی ایمان لائے، لیکن کثرت مالدار لوگوں کی تھی، ان کو دولت عزت اور خزانوں، محلاتوں اور لشکروں سے اللہ تعالیٰ نے مالا مال کیا، انہوں نے خداوند کریم کی وحدت سے انکار کیا۔ انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا اور ان پر ہنسی اڑانے لگے، لیکن ہر مصیبت ہر دکھ میں وہ ثابت قدم رہے اور اللہ تعالیٰ کو نہ چھوڑا، ہم مسلمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو معلوم ہوگا کہ وہ یتیم تھے، امی تھے لیکن ان کی تمام زندگی اس طرح سے گزری کہ لوگ ان کو امین کہتے تھے، وہ مکہ میں رہے، غار حرا میں اکیلے جاتے، جو اور پانی ساتھ لے جاتے، خداوند کریم کی عبادت کرتے، کئی کئی دن غار حرا میں بسر کرتے، اس وقت ان کی عمر چالیس سال تھی۔ یہ ان کی ہمت اور حوصلہ تھا کہ تن تنہا غار حرا میں رات

دن رہتے، کوئی بھی باہمت غاروں میں رات بھر اکیلے رہنے کی ہمت نہیں کرتا، جب ان کو نبوت ملی اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ مکہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دو اور بتوں کی پوجا سے منع کرو، جب آپ نے دعوت دی تو سب لوگ مکہ کے جمع ہوئے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں آپ کو کہوں کہ پہاڑ کی دوسری طرف سے لشکر آرہا ہے تو آپ اعتبار کریں گے؟ سب نے یک زبان کہا کہ آپ امین ہیں اور آپ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، تو آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں بتوں کی پوجا چھوڑ دو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، سب سننے والے غصے میں آگئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بدکلامی کرنے لگے۔ اللہ جل شانہ اپنے قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:

’’اے مسلمانو! آپس میں تفرقے مت ڈالو اور اللہ تعالیٰ کی رسی (قرآن حکیم) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، کسی غیر مسلمان کو اپنا دوست مت بناؤ تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت وعظمت کے صدقے تم مسلمانوں کو بھائی بھائی بنادے گا۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ کے حبیب جو ہمارے بھی حبیب ہیں، مدینہ منورہ میں ہجرت کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کو بھائی بھائی بنادیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ تھی اور مسلمانوں میں وہ اتحاد قائم ہوا جو ایک لامثال وحدت تھی، نہ ٹوٹنے والی وحدت، انصار نے مہاجرین کی مالی زمینی نہ صرف مدد کی بلکہ انہوں نے ان کی اپنے دل وجان سے مدد کی۔ کیا خوب ہوا کہ تاجدار مدینہ جن میں موجود تھا، ان کی قسمت جاگ اٹھی، یہ وہی مسلمان ہیں کہ تمام دنیا پر فاتح ہوئے۔ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چہیتی بیٹی کو جہیز میں کیا دیا، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حق مہر میں کیا دیا، یہ شادی کی رسم ایسی تھی کہ آج اس کی مثال نہیں ملتی، آج جہیز میں کاریں ہر قسم کا عیش عشرت کا سامان اور لاکھوں روپے حق مہر ہے۔ لڑکیوں والے بے حد پریشان حال ہیں، اور شادیاں شادی ہالوں میں ہوتی ہیں، ولیمہ بھی شاہی خرچوں کے ساتھ دھوم دھام سے شادی ہالوں میں ہوتا ہے، ایک رات میں لاکھوں روپے خرچ کئے جاتے ہیں، یہ رسم تو تاجدار مدینہ نے نہیں بتائی۔

مسلمانوں کی ترقی عزت عظمت بھائی چارے میں ہے، بھائی چارے کے لئے بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کے قرآن مجید کو تھامنا ہے اور آپس میں تفرقے نہیں ڈالنے ہیں، آج غیروں سے ہم قرضہ لے کر سود دے کر اپنے ملک کا خرچہ پورا کرنا چاہتے ہیں، لیکن یہ حقیقت اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمان کے خلاف ہے۔

☆☆..........☆☆

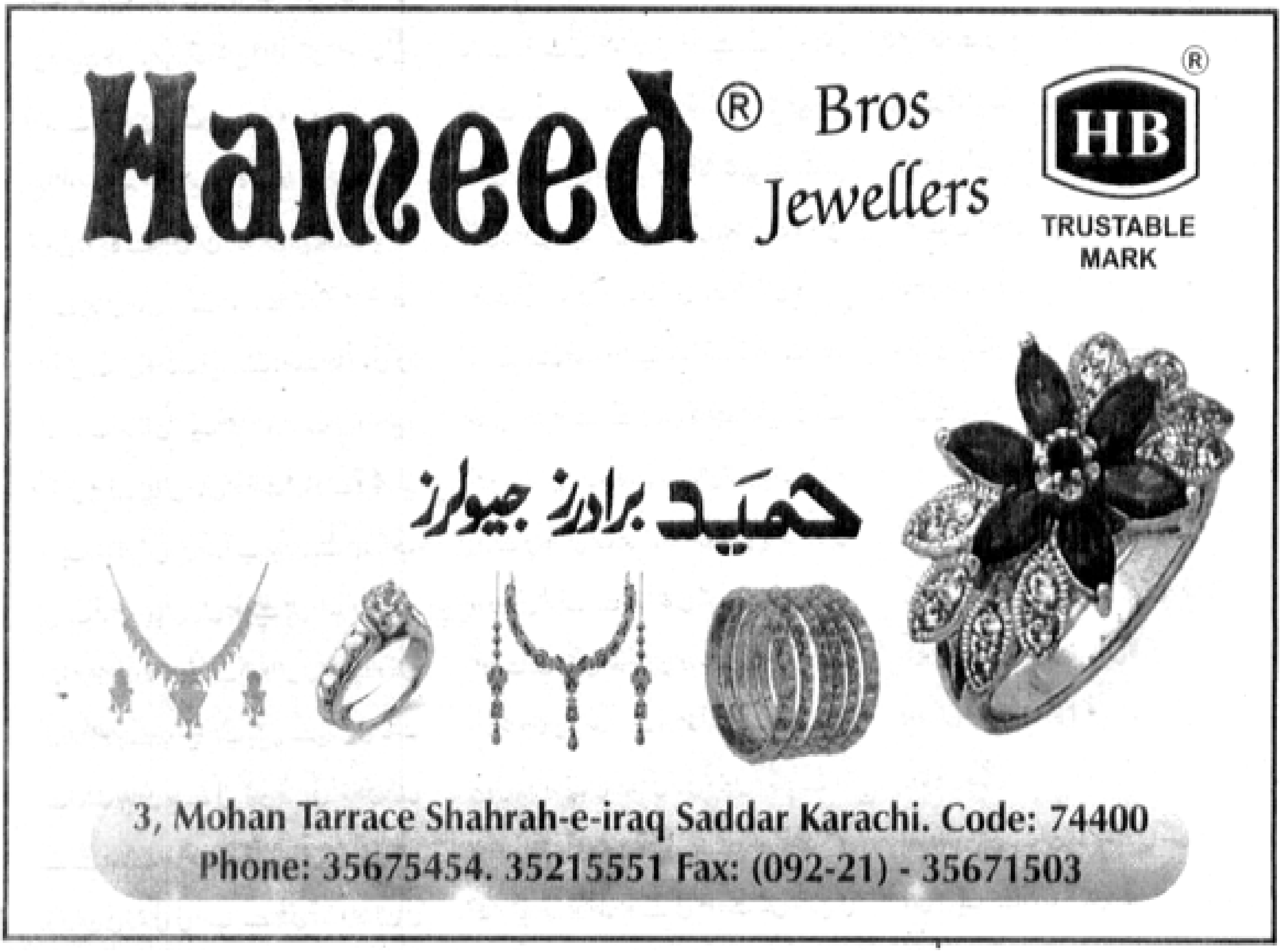

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی زندگی!

مولانا ڈاکٹر خالد محمود سومرو صاحب نے یہ مقالہ ڈسٹرکٹ کونسل ہال سکھر میں بتاریخ ۲۱ر جنوری ۲۰۱۲ء بمطابق ۲۶ر صفر المظفر ۱۴۳۳ھ بروز ہفتہ جمعیت علماء اسلام ضلع سکھر کی طرف سے منعقد ہونے والے ''شیخ الہندؒ سیمینار'' میں پیش کیا۔ ادارہ

سینیٹر ڈاکٹر خالد محمود سومرو

گزشتہ پیوستہ

حضرت شیخ الہندؒ نے اپنے شاگردوں، مریدوں اور معتقدوں کو لے کر اپنے اسلاف کے نقش قدم پر مسلح بغاوت اور ایک خونریز انقلاب کی ہمہ گیر اسکیم تیار کی تھی جس کے لئے انہوں نے ۱۸۷۹ء سے سرگرم کوشش شروع کردی تھی، لیکن انتہائی خفیہ اور بڑی خاموشی کے ساتھ تاکہ اس کی ہلکی سی بھنک بھی انگریزوں کو نہ لگ سکے ورنہ وہ دارالعلوم دیوبند کو بند کرادیں گے، جو اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت اور مجاہدین آزادی کی تربیت کا واحد مرکز تھا، لیکن ۱۹۱۶ء میں حضرت شیخ الہند نے یہ اعلان کرکے سارے لوگوں کو چونکا دیا کہ دارالعلوم دیوبند ۱۸۶۶ء میں قائم ہوا تھا، اب ۱۹۱۶ء شروع ہو چکا ہے، یعنی آج دارالعلوم دیوبند کے قیام کو پورے پچاس سال ہوگئے، ہمارے استاذ محترم حضرت نانوتویؒ نے اس کا سنگ بنیاد رکھتے ہوئے دعا فرمائی تھی کہ: ''رب العالمین تحریک تحفظ اسلام کے اس نوزائیدہ مرکز کی صرف پچاس سال حفاظت فرمادے تو پھر یہ تحریک دنیا بھر میں اپنی جگہ آپ پیدا کرلے گی۔'' اب اس کے قیام کو پچاس برس ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے استاذ مرحوم کی دعا سن لی اب مجھ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ دارالعلوم کے در و دیوار اب رہیں گے یا اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی، لیکن وطن کی آزادی جس کے لئے ہمارے اساتذہ نے بیش بہا قربانیاں دی ہیں جو کہ ان کی زندگی کی سب سے بڑی آرزو اور ان کی آنکھوں کا سب سے بڑا حسین خواب تھا، اب اس کی تعبیر تلاش کرنے کا وقت آگیا ہے۔

اب یہ ہماری سب سے اہم اور سب سے پہلی ذمہ داری ہے، جس کو اب بالکل مؤخر نہیں کیا جاسکتا اور پھر سب سے پہلے انہوں نے اپنے شاگردوں اور معتقدوں کی ایک ٹیم کو افغانستان روانہ کیا اس ہدایت کے ساتھ کہ وہاں جا کر ایک جلاوطن آزاد ہند حکومت قائم کریں، جس کے لئے افراد و اسباب اور وسائل و حالات حضرت شیخ الہندؒ خود تیار کراچکے تھے، آزاد ہند حکومت کے روح رواں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ فرماتے ہیں کہ ہم یہ سمجھ کر افغانستان گئے تھے کہ ہمیں برسوں اپنے مشن کیلئے ماحول بنانا پڑے گا لیکن حضرت شیخ الہندؒ کی تقریباً چالیس سالہ کوششوں کا ثمرہ ہمارے سامنے تھا جو خود اپنے کچھ معتمد رفقاء کو لے کر حجاز مقدس روانہ ہوگئے تھے، جہاں خلافت عثمانیہ ترکی کے اہم ذمہ داران سے ملاقات کرکے ان کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کرنا تھا کہ وہ ہندوستان پر حملہ کردیں اور دوسری طرف سے افغانستان میں جو ہماری جلاوطن حکومت ہے وہ بھی افغانستان اور سرحد کے لوگوں کو لے کر ہندوستان پر حملہ کرے اور افغانستان کے راستے سے بیرونی مدد اور سامان رسد بھی ترکی فوجوں کو پہنچائے اور اندرون ملک بھی بہت توسیع پیمانے پر اور بہت منظم نظام تیار تھا جو حملہ ہونے کی صورت میں انگریزی حکومت سے بغاوت اور اس کی فوجوں سے مزاحمت کرے اور حملہ آور فوجوں کی رسد، کمک، افراد اور ہر طرح سے معاونت کرے، اس طرح ہندوستان سے انگریزوں کو مار بھگایا جائے، حجاز مقدس میں ترکی کے تمام اہم ذمہ داروں سے حضرت شیخ الہندؒ کی بات مکمل ہوگئی اور ان کے مجوزہ پلان پر عمل درآمد کیلئے خلافت عثمانیہ ترکی بالکل آمادہ ہوگئی، حضرت شیخ الہندؒ نے ہندوستان اور افغانستان میں متعین اپنے انقلابیوں کے نام، بغاوت کی پوری اسکیم اور اس کے احکامات نیز خلافت عثمانیہ کے سب سے اہم ذمہ دار اور حجاز مقدس کے گورنر غالب پاشا کے وہ وثیقے جس میں انہوں نے حضرت شیخ الہندؒ کی تائید وحمایت اور انہیں ہر طرح کے تعاون اور امداد دینے کیلئے خلافت عثمانیہ کے تمام ملازمین متعلقین اور ذمہ داروں کے نام اردو، عربی اور ترکی تینوں زبانوں میں لکھ کر دیا تھا۔

ان تمام خطوط کو اپنے ایک معتمد شاگرد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کے ساتھ لکڑی کے ایک بکس کے دو تختوں کے بیچ میں رکھ کر اس طرح کیلوں سے جام کردیا تھا کہ اس کا کسی کو احساس بھی نہ ہو، جن خطوط کو مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے ریشمی رومالوں پر نقل کرکے افغانستان، یاغستان، آزاد قبائل اور ہندوستان کے ان تمام علاقوں میں جہاں جہاں اس تحریک کے رہنما متعین تھے، ان کے پاس بھجوا

دیئے تھے تاکہ ہر انقلابی اپنے تحریک کے احکامات اور مسائل سے باخبر رہے اور خود حضرت شیخ الہندؒ نے ترکی جانے کا پروگرام بنایا تھا، جہاں سے انہیں پوری بغاوت کی قیادت کرنا تھی، ابھی جہاز کی روانگی میں ایک دو دن کی تاخیر تھی، اس درمیان شریف مکہ نے انگریزوں سے مل کر خلافت عثمانیہ سے بغاوت کردی اور حضرت شیخ الہند کو ان کے چار رفقاء کے ساتھ گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کر دیا، انگریزوں نے اپنی فوجی عدالت میں ان پر مقدمہ چلایا اور پوری کوشش کی کہ ان کو اور ان کے رفقاء کو بغاوت کا مجرم ثابت کر کے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جائے مگر قدرت مددگار تھی، حضرت شیخ الہند کی تحریک اس قدر خفیہ رہی کہ انگریزوں کو کوئی ثبوت فراہم نہیں ہو سکا، اس لئے ان لوگوں کو جزیرہ مالٹا میں قید کر دیا گیا۔

حضرت شیخ الہند کی صحت پہلے ہی سے خراب تھی اب کالا پانی کی اذیت ناک قید نے ان کی صحت کو بالکل تباہ کر دیا، تین سال اور سات ماہ کی اذیت ناک قید کے بعد ۱۹۲۰ء میں اس نحیف وکمزور بوڑھے مجاہد کو ان کے رفقاء کے ساتھ بمبئی لاکر آزاد کر دیا گیا، جہاں ہزاروں کی تعداد میں بمبئی کے مسلمانوں نے اپنے اس عظیم قائد کا استقبال کیا اور شیخ الہند زندہ باد کے فلک شگاف نعروں سے فضاء آسمانی گونج اٹھی۔

خلافت کمیٹی بمبئی کے قائدین نے ایک شاندار استقبالیہ تقریب کا انعقاد کیا، جس میں خلافت کمیٹی بمبئی کے تقریباً تمام اہم ذمہ داروں نے شرکت کی، مسلمانوں کے اس اہم نمائندہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے، حضرت شیخ الہند نے جو باتیں ارشاد فرمائیں وہ بہت ہی خاص اور توجہ کے قابل ہیں، آپ نے فرمایا کہ: ”استخلاص وطن کی جنگ اب تک مسلمان تنہا لڑ رہے تھے، تقریباً سوا سو برس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی مسلمانوں خصوصاً علماء حق نے بیش بہا قربانیاں پیش کیں، تشدد، خونریزی اور بغاوت کے راستے اختیار کئے دیگر ممالک سے تعاون لے کر ہندوستان سے انگریزوں کو مار بھگانے کی اسکیمیں تیار کیں مگر افسوس کہ ہماری ہر کوشش ناکام رہی، اس لئے بہت غور وفکر کے بعد اب میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اب آزادی وطن کی جنگ میں اپنے برادران وطن کو بھی شریک کیا جائے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ تمام مذاہب کا یکساں احترام کیا جائے، کسی کے مذہبی امور میں ہرگز مداخلت نہ کی جائے اور تشدد کی راہ چھوڑ کر عدم تشدد کا راستہ اپنایا جائے، فرنگی سے عدم تعاون اور ترک موالات کو بنیاد بنا کر آزادی کی جنگ شروع کی جائے، اب کامیابی کی یہی ایک صورت نظر آتی ہے۔“

ہندوستان کے علماء حق نے جو مسلسل سوا سو برسوں سے انگریزوں کے مقابل برسر پیکار تھے اور اب تک آزادی وطن کے لئے پانچ راؤنڈ انتہائی خوفناک جنگیں لڑ چکے تھے، جن میں اپنی لاکھوں قیمتی جانوں کو ملک وملت کی نذر کر چکے تھے، اب حضرت شیخ الہندؒ کے ان رہنماء اصولوں کی روشنی میں عدم تشدد، عدم تعاون، ترک موالات اور مذہبی اتحاد کو بنیاد بنا کر ۱۹۲۰ء میں آزادئ وطن کے لئے چھٹے اور فیصلہ کن راؤنڈ کا آغاز کیا۔

حضرت شیخ الہندؒ ۱۹۲۰ء میں مالٹا کی قید سے رہا ہو کر ہندوستان تشریف لائے تو اس قدر نحیف ونزار ہو چکے تھے کہ اب ان میں چلنے پھرنے کی بھی سکت باقی نہیں رہی تھی، لیکن وہ اپنی جدوجہد سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں تھے، طلباء، علماء، مریدین ومجاہدین کی تعلیم وتربیت کے لئے جگر سوز جدوجہد کے علاوہ شب وروز کی جاں گسل عبادت وریاضت نے انہیں اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ وہ مالٹا سے واپسی کے بعد صرف پانچ ماہ کے اندر ہی اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے، صرف پانچ ماہ کی قلیل مدت میں اتنی شدید ترین علالت اور جسمانی نقاہت کے باوجود جبکہ آپ کا چراغ زندگی امراض و آزار کی تیز وتند آندھیوں سے اپنے بقا کی آخری جنگ لڑ رہا تھا، آپ نے کئی ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے، جنہیں تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔

۱:... آپ نے ہندوستان کی آزادی کے لئے پورے ملک میں ہونے والی منتشر کوششوں کو بڑی خوبصورتی سے منظم ومربوط کر دیا۔

۲:... شکوک وشبہات اور مذہبی وعلاقائی تعصبات کی آگ میں جھلستے ہوئے قومی اتحاد کو ایک نئی زندگی بخشی۔

۳:... اخوت وبھائی چارگی کے لئے ترستی ہوئی ہندوستانی فضا کو محبت کا ماحول فراہم کیا اور اس مبارک اتحاد کو حصول آزادی کے لئے سب سے کامیاب ہتھیار قرار دیا، اپنے وصال سے صرف ایک ہفتہ پیشتر ۱۹، ۲۰، ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں منعقدہ جمعیۃ علماء ہند کے دوسرے کل ہند عظیم الشان اجلاس عام کی صدارت فرماتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں انہوں نے قومی اتحاد پر بے انتہا زور دیا اور اس مختصر سے عرصہ میں جو پیش رفت ہوئی تھی اس پر اظہار مسرت کرتے ہوئے ہندو، مسلم دونوں کو اس پر مبارکبادی دی اور ساتھ ہی بڑے موثر انداز میں اس بات کا احساس بھی دلایا کہ اس پیش رفت کے باوجود ابھی منزل بہت دور ہے اور ہمارا دشمن کسی بھی وقت اس کو برباد کر سکتا ہے، اس لئے اس کی طرف سے ذرا بھی غفلت نہیں ہونی چاہئے۔

آپ اپنے خطبہ صدارت میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ”اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہم وطنوں کو اس پاک مقصد یعنی حصول آزادی میں آپ کا موید بنا دیا ہے اور میں ان دونوں کے اتحاد کو بہت مفید اور ضروری سمجھتا ہوں، حالات کی نزاکت کے تحت جو کوشش اس اتحاد کے سلسلے میں فریقین نے کی ہے اس کی میرے دل میں بہت قدر ہے، کیونکہ

میں جانتا ہوں کہ اگر صورت حال اس سے مختلف ہوگی تو وہ ہندوستان کی آزادی کو ناممکن بنادے گی اور ظالم حکومت کا پنجہ روز بروز اپنی گرفت سخت کرتا رہے گا، اگر ہندوستان کی آبادی کے کل عناصر صلح ومحبت سے رہیں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ اور کوئی فوج چاہے وہ کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو اپنے ظلم و جبر سے اس کو شکست دے سکے، ہاں میں اس سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور پھر کہہ رہا ہوں کہ اگر آپ صلح وآشتی کی فضاء کو خوشگوار رکھنا چاہتے ہیں تو پھر اس کی حدود کو خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے، جس کی صورت اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے کہ اپنے وطن کے کسی فریق کے مذہبی امور میں کوئی فریق مداخلت نہ کرے اور ہرگز کوئی ایسا طریقہ کار اختیار نہ کرے جس سے کسی مذہب کے ماننے والے کی دل آزاری ہو، مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اب تک بہت سی جگہ اس کے خلاف ہوتا رہا ہے اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ دوسرے مذاہب کے ماننے والے ایذا رسانی پر عمل کرتے رہے ہیں، میں اس وقت خاص طور پر قوموں کے سربراہوں سے مخاطب ہوں کہ وہ ریزولیشن اور تجاویز پاس کر کے یہ نہ سوچ لیں کہ اور تمام مرحلے طے ہوگئے، یہ طریقہ سطحی لوگوں کا ہے بلکہ انہیں عمل سے تمام ملک کی قوموں کے افراد کے درمیان اتحاد کی کوشش کرنی چاہئے، ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کی یہ کوششیں جو انگریزوں کی نظر میں دونوں کے اعتبار کو ساقط کرتی ہیں حصول آزادی کے حق میں سم قاتل ہیں، اس طریقے سے نہ صرف ملک کی تمام اقوام کا عظیم نقصان ہے بلکہ حصول آزادی کی راہیں بالکل مسدود ہو کر رہ جائیں گی، میں ایک بار پھر عرض کرتا ہوں کہ تمام مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان صلح وآشتی نہایت ضروری ہے، مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میرے اس مشورے کو صرف سرسری نہیں لیں گے بلکہ سوچ سمجھ کر دل کے خلوص سے ان باتوں کا عملی اقرار کریں گے۔“

۴:... ملی اتحاد کے لئے بھی آپ کی مساعی جلیلہ ناقابل فراموش ہیں، ملت اسلامیہ ہند جو اختلاف وانتشار کے بہت سارے خانوں میں بٹی ہوئی تھی اس میں ایک زبردست تقسیم قدیم وجدید تعلیم یافتہ طبقات میں تھی اور یہ دونوں طبقات ایک دوسرے سے اس قدر دور تھے کہ ان کے قریب ہونے کا تصور بھی محال تھا، قدیم تعلیم یافتہ طبقہ جدید تعلیم والوں کو مسلمان یا اسلام کا وفادار ماننے کو تیار نہیں تھا تو جدید تعلیم یافتہ طبقہ علماء قدیم کو عقل وانسانیت سے عاری اور زمانے کے نشیب وفراز سے بے بہرہ اور وحشی تصور کرتا تھا، حضرت شیخ الہندؒ نے دونوں کو بہت قریب کیا، ایک طرف جدید علوم والوں میں خدا پرستی اور دین داری کی روح پھونکی تو دوسری طرف انگریزی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت کا احساس دلا کر علماء قدیم کی اس سے وحشت کو کافی کم کیا، اس لئے جہاں ان کے مریدوں اور معتقدوں میں علماء قدیم کا ایک جم غفیر دکھائی دیتا ہے وہیں ڈاکٹر مختار احمد انصاری، حکیم محمد اجمل خان، نواب وقار الملک، مولانا محمد علی جوہر اور شوکت علی اور سرحدی گاندھی خان عبدالغفار خان وغیرہ جیسے سینکڑوں جدید تعلیم یافتہ مسلمان بھی آپ کے گرد سمٹ کر آگئے تھے۔

حضرت شیخ الہندؒ کی شہ پر کچھ شاگردوں اور مریدوں نے مولانا محمد علی جوہر کی قیادت میں ایک قومی یونیورسٹی جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام سے قائم کرنے کا پروگرام بنایا تو اس کے افتتاح کے لئے اپنے مرشد و مربی حضرت شیخ الہندؒ کو دعوت دی، ان دنوں آپ کی طبیعت بہت خراب تھی، چنانچہ آپ کے تمام احباب نے آپ کو علیگڑھ نہ جانے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے فرمایا کہ: ”اگر میرے جانے سے انگریز کو تکلیف پہنچتی ہے تو میں ضرور جاؤں گا۔“ چنانچہ آپ کو پالکی میں لٹا کر دارالعلوم دیوبند کے طلبا نے اٹھایا اور اس حال میں آپ نے دیوبند سے علیگڑھ کا سفر کیا، نقاہت کی وجہ سے آپ اپنی تحریر کردہ تقریر پڑھ نہیں سکتے تھے، اس لیے آپ نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کو حکم کیا، انہوں نے آپ کی وہ تقریر وہاں پر پڑھی، آپ نے اپنی صدارتی تقریر میں ارشاد فرمایا کہ:

”اے نونہالان وطن! میں دیکھ رہا ہوں کہ ہندوستان کی آزادی جس کے غم میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں وہ تمہارے اتحاد کے بغیر ناممکن ہے، اس جدوجہد کو مدرسوں اور خانقاہوں کے علاوہ اسکولوں اور کالجوں میں بھی شروع کیا جائے گا تب ہی منزل مل سکے گی، اسی لئے میں نے اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علیگڑھ کی طرف بڑھایا ہے اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو اہم تاریخی مقامات دیوبند اور علیگڑھ کا رشتہ جوڑا ہے۔“

۵:... ۱۹ر جولائی ۱۹۲۰ء کو خلافت کمیٹی بمبئی کے استفسار پر انگریزوں سے عدم تعاون اور ترک موالات کا فتویٰ دیا، جس سے انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کا ذہن اس قدر بدلا کہ انگریزوں کی نوکری اور ان کے عطا کردہ وظائف واعزازات اور القاب وخطابات کو لوگ عزت کے بجائے حقارت سے دیکھنے لگے، پھر ۱۹ر اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دہلی میں جمعیۃ علماء ہند کا ایک عظیم الشان اجلاس بلا کر انگریزوں سے مکمل عدم تعاون اور ترک موالات کی تجویز منظور کرائی اور اسی اجلاس میں ترک موالات کو ایک تحریک کی شکل دے کر اس کے رہنما اصولوں کی خود ہی نشاندہی فرمائی اور تقریباً چار سو مستند اور معتبر علماء اسلام کے دستخط سے ایک فتویٰ جاری کرایا، جس میں انگریزوں سے کسی بھی طرح کے

تعاون کو مطلق حرام قرار دے دیا گیا۔

اس فتویٰ پر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ ہندوؤں کی بھی ایک بڑی تعداد نے عمل کیا، ہزاروں ہندوستانی فوجیوں اور دیگر سرکاری ملازموں نے اپنی اپنی نوکریوں سے استعفیٰ دے دیا، جس سے جہاد آزادی وطن کی تحریک کو زبردست غذا ملی، آزادی وطن کی جدوجہد جو ابھی تک خفیہ اور بہت محدود دائرہ میں تھی، جنگل کی آگ کی طرح پورے ملک میں پھیل گئی اور انگریزوں سے نفرت ایک جنون کی شکل اختیار کر گئی، دراصل حضرت شیخ الہند کی تحریک ترک موالات اور عدم تعاون اتنی کارگر ثابت ہوئی کہ صرف ۲۶ سال کے قلیل عرصہ میں برطانوی اقتدار کے غرور نخوت کے سورج کو ہندوستان کے بوریہ نشین فقیروں نے بحر ہند میں بڑی حقارت وذلت کے ساتھ غرق کر دیا، حضرت شیخ الہندؒ اب اپنا مشن پورا کر چکے تھے، اپنی چالیس پچاس سال کی انتہائی خفیہ اور خاموش جہد مسلسل کے ذریعہ جہاد آزادی وطن کے لئے افراد واسباب کے سلسلے کی ساری تیاریاں مکمل کر چکے تھے، اب ضرورت رہ گئی تھی صرف ایک ایسے تابوت کی جس میں رکھ کر برٹش امپائر کے جنازے کو غرقاب کیا جا سکے، سو اس کا بھی انتظام حضرت نے خود ہی کر دیا یعنی تحریک ترک موالات وعدم تعاون نے انگریز سرکار کے لئے تابوت کا کام کیا جس کو پورے ملک نے ہاتھ لگا کر سات سمندر پار پھینک دیا، وہ خوفناک عفریت جوان کی ذلت ونکبت اور افلاس وغربت کا باعث بنا ہوا تھا، جوان کے گلے میں غلامی کی زنجیر، ہاتھوں میں ظلم و تعدی کی ہتھکڑیاں اور پیروں میں بے کسی اور بے چارگی کی بیڑیاں ڈالے ہوئے تھا۔

۳۰ر نومبر ۱۹۲۰ء مطابق ۱۸ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو دہلی کے علاقے دریا گنج میں اپنے ایک معتقد معالج اور جہاد آزادی وطن کی ٹیم کے ایک بہت ہی سرکردہ رہنما مرحوم ڈاکٹر مختار احمد انصاری کی کوٹھی میں علم وعمل، ایمان ویقین، عزم وحوصلہ، ہمت و شجاعت اور ایثار وقربانی کا یہ نیر تاباں ہمیشہ کے لئے روپوش ہو گیا لیکن اس کی ہزاروں کرنیں انسانیت کی تمام تر اعلیٰ اخلاقی اور عملی قدروں کا نور اکناف عالم میں بکھیر رہی ہیں۔

میرے محترم دوستو! آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ پاکستان میں اس وقت ہمارے اکابر علماء کرام عدم تشدد کی جس پالیسی پر چل رہے ہیں، یہ پالیسی حضرت شیخ الہندؒ ہی کی پالیسی ہے، اگر آج ہم فرقہ وارانہ فسادات کے خلاف سد سکندری بنے ہوئے ہیں تو یہ بھی حضرت شیخ الہندؒ ہی کا سبق ہے، اگر تم چاہتے ہو کہ پاکستان کو انگریزوں کی روحانی اولاد سے نجات دلائی جائے تو اس کے لئے آپ کو وہی نسخہ استعمال کرنا پڑے گا جو خود حضرت شیخ الہندؒ نے انگریز کو بھگانے کے لئے استعمال کیا تھا، آخر میں میں یہ بات بھی ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں کہ دیوبندیت کسی نئے فرقے یا نئے مذہب کا نام نہیں، حقیقت میں دیوبندیت اللہ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ احکامات کو حقیقی معنوں میں عوام الناس تک پہنچانے کا نام ہے، علم کا پہلا بین الاقوامی مرکز خاتم النبیین، سید المرسلین، رحمۃ للعالمین، جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں قائم فرمایا تھا، جب کے والوں نے قدر نہ کی تو یہ علمی مرکز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ساتھ مدینہ منورہ منتقل ہو گیا اور پھر چوتھے خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ نے اس علمی مرکز کو مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا، کافی عرصے تک یہ مرکز کوفہ میں رہا، لیکن آگے چل کر علم وحکمت کا یہ بین الاقوامی مرکز کوفہ سے دمشق، اور پھر دمشق سے بغداد اور اس کے بعد بغداد سے سمرقند اور بخارا کی طرف منتقل ہو گیا اور اس کے بعد سمرقند اور بخارا سے یہ مرکز دہلی منتقل ہو گیا اور جب دہلی پر زوال آیا تو یہ مرکز دیوبند منتقل ہو گیا اور الحمدللہ اب تک دیوبند سے علم و حکمت کی شعاعیں پورے عالم کو منور کر رہی ہیں، ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اکابر اور اسلاف کے نقش قدم پر چلیں اور پورے اطمینان کے ساتھ ان پر اعتماد کریں، نئے نئے نعروں اور نئے نئے فتنوں سے اپنے آپ کو بچاؤ، گاڑی کا ڈبہ چاہے کتنا ہی بیکار کیوں نہ ہو لیکن اگر وہ انجن سے جڑا ہوا ہے تو وہ منزل تک ضرور پہنچے گا، جہاں انجن جائے گی وہاں وہ ڈبہ بھی ضرور جائے گا، اسی لئے فرمایا گیا کہ: ’’المرء مع من احب ‘‘یعنی جس کی جس کے ساتھ محبت ہوگی، قیامت میں وہ اسی کے ساتھ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں اخلاص اور استقامت عطا فرمائے اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنے بڑوں کا ادب اور احترام نصیب فرمائے۔ آمین۔ ☆☆☆

سو سال سے زائد بہترین خدمت
ESTD 1880
ABS
ABDULLAH.
BROTHERS SONARA
عبداللہ برادرز سونارا
Formerly: H. Elyas Sonara
Shop: NP 2/73, Bhangnari Street, Sarafa Bazar,
Mithader, Karachi. Ph:2546455, Cell:0301-2352363

فرمائیے یہ ہادی — لا نبی بعدی

زیر اہتمام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر

03، 04، 05 مارچ 2012 بروز ہفتہ، اتوار، پیر

بمقام: مکی مسجد نزد محمد بن قاسم پارک مینارہ روڈ سکھر

تین (3) روزہ

تحفظ ختم نبوت ورد قادیانیت کورس

زیر نگرانی
مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا
محمد حسین ناصر صاحب
مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر

زیر سرپرستی
شیخ التفسیر حضرت مولانا
قاری خلیل احمد صاحب
خطیب مرکزی جامع مسجد بندر روڈ سکھر

مجاہد ختم نبوت
آغا سید محمد شاہ صاحب
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر

زیر انتظام
حضرت مولانا
عبداللطیف اشرفی صاحب
ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سکھر

مہمان خاص
شاہین ختم نبوت عظیم اسکالر مناظر اسلام
حضرت مولانا **اللہ وسایا صاحب**
مرکزی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

اوقات تعلیم بعد نماز ظہر تا مغرب

وکیل ختم نبوت
حضرت مولانا
قاضی احسان احمد صاحب
مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی

کورس میں مدارس عربیہ، اسکول، کالج، یونیورسٹی کے طلباء، علماء، ائمہ مساجد اور تاجر حضرات شرکت کر سکتے ہیں

نوٹ: کورس کے آخری روز اسی موضوع پر تقریری مقابلہ ہوگا خواہشمند حضرات رابطہ فرمادیں، تقریر کا دورانیہ 5 تا 7 منٹ

الداعی: دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

نزد معصوم شاہ مینارہ سکھر فون: 0302-3623805, 071-5625463

اسلام زندہ باد — فرما گئے یہ ھادیؐ لانبیّ بعدی — تاجدارِ ختم نبوت زندہ باد

بفیضان نظر تحریک ختم نبوت کے میر کارواں خواجہ خواجگان حضرت مولانا **خان محمد** نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا ڈاکٹر **عبدالرزاق اسکندر** صاحب دامت برکاتہم
نائب امیر مرکزیہ

و

حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ **عزیز احمد** صاحب
نائب امیر مرکزیہ
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

زیر صدارت

قائد تحریک ختم نبوت
حکیم العصر محقق دوراں ولی کامل مخدوم العلماء
حضرت اقدس شیخ الحدیث
حضرت مولانا **عبدالمجید** لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم
امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

مہمان خصوصی

جانشین حضرت جالندھری
حضرت مولانا **عزیز الرحمٰن جالندھری**
مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

رہبر شریعت
حضرت لدھیانوی شہید
فاتح فتنہ گوہر شاہی
حضرت مولانا **احمد میاں حمادی** صاحب دامت برکاتہم
امیر
عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

31 ویں ختم نبوۃ کانفرنس

سالانہ عظیم الشان

بمقام

ایم اے جناح روڈ نزد جامع مسجد ختم نبوت ٹنڈو آدم

بتاریخ **17 مارچ 2012** بروز **ہفتہ** بعد از **عشاء**

عنوانات

توحید باری تعالیٰ	سیرۃ خاتم الانبیاء	مسئلہ ختم نبوۃ
انسدادِ توہین رسالت	عظمت صحابہ واہل بیت	اِتحادِ اُمت

اور رد قادیانیت جیسے اہم موضوعات پر علماء، مشائخ قائدین، دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ اہل اسلام سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشرو اشاعت — عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم ضلع سانگھڑ سندھ

Contact No: 0235-571613, 0300-3351713, 0333-2881703

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

فرما گئے یہ ہادیٔ لا نبی بعدی

اسلام زندہ باد

Regd. No. SS-160

تاریخی عظیم الشان ختمِ نبوۃ کانفرنس

بلدیہ گراؤنڈ (T.M.A) ساہیوال

بعد نمازِ مغرب

بتاریخ 7 اپریل 2012 بروز ہفتہ

عنوانات

- توحیدِ باری تعالیٰ
- تحفظِ ناموسِ رسالت
- عقیدۂ ختمِ نبوۃ
- عظمتِ صحابہ و اہلِ بیت
- اصلاحِ معاشرہ
- استحکامِ پاکستان

حکیم العصر محدثِ کبیر ولیٔ کامل مخدوم العلماء حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی صاحب دامت برکاتہم

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

ولی ابن ولی حضرت مولانا صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد صاحب مدظلہ

نائب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

یادگارِ اسلاف حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب

ملک کے جید علماء مشائخ عظام اور مذہبی سیاسی جماعتوں کے قائدین دانشور اور قانون دان خطاب فرمائیں گے۔ شمع ختم نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

شعبہ نشر و اشاعت عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ساہیوال

0300-7837685
0300-7832358
0321-6929172